"میرے صحابہ ستاروں کی مانند ہیں، اگر تم ان کی اقتدا کروگے تو ہدایت پاؤگے"

(فرمانِ نبویؐ)

رسالۂ عجالۂ نافعہ

میر محمد عارف قادری عفی عنہ

حضرت امیر معاویہ

رضی اللہ تعالیٰ عنہ

جس میں

خال المومنین رسولِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے کاتبِ وحی ابوعبد الرحمٰن حضرت معاویہؓ کے کمالاتؓ اور مناقب پر روشنی ڈالی گئی ہے جنھوں نے انتیس۲۹ سال تک نہایت حلم و تدبر سے امارت کے فرائض سرانجام دیئے اور سندھ سے لے کر قبرص و قریطہ تک اسلام کا پرچم لہرایا۔ اور یہ بھی ثابت کیا گیا ہے کہ ان کے تعلقات اولادِ ابن ابی طالب سے نہایت خوش گوار تھے۔

مؤلفہ

حضرت مولانا پیر غلام دستگیر نامی

مکتبہ الفاروق

"میرے صحابہ ستاروں کی مانند ہیں اگر تم ان کی اقتدار کرو گے تو راہ ہدایت پاؤ گے۔"

مشکوٰۃ مجتبائی ص ۲

رسالہ عجالہ نافعہ

حضرت امیر معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ

جس میں

خال المومنین رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے کاتب وحی ابو عبد الرحمٰن حضرت معاویہؓ کے کمالات و اوصاف پر روشنی ڈالی گئی ہے جنھوں نے انتیس ۲۹ سال تک نہایت حلم و تدبر سے امارت کے فرائض سرانجام دیے اور سندھ سے لے کر قرص و قریط تک اسلام کا پرچم لہرایا، اور یہ بھی ثابت کیا گیا ہے کہ ان کے تعلقات اولاد ابن ابی طالب سے نہایت خوشگوار تھے۔

مؤلفہ:- حضرت مولانا پیر غلام دستگیر نامی رحمۃ اللہ علیہ

حافظ نور محمد انور مکتبہ الفاروق ○ سلطان پورہ روڈ لاہور

قیمت تین روپے پچیس پیسے

فہرست مضامین

مضامین	صفحہ
پیش لفظ	۴
شجرہ	۸
دو گوں خاندانوں میں رشتہ داریاں۔	۱۰
جو زمانہ جاہلیت میں اچھے تھے وہ زمانہ اسلام میں بھی اچھے رہے۔	۱۲
حضرت معاویہؓ کے والدین۔	۱۷
حضرت معاویہؓ کے خاندان پر حضور علیہ السلام کی نظر عنایت۔	۲۱
حضور نبی علیہ السلام نے بنی ہاشم کو کیوں عامل مقرر نہ فرمایا۔	۲۶
حضرت معاویہؓ کے ابتدائی حالات۔	۲۸
حضرت معاویہؓ کے بارے میں احادیث نبوی۔	۳۰
حضرت معاویہؓ کا حلم اور قابلیت۔	۳۲
حضرت معاویہؓ اور اولادِ ابو طالب کے تعلقات۔	۳۴
ابو خالد یزید کی ولی عہدی۔	۴۱
حضرت معاویہ اور حضرت زبیر کی گفتگو۔	۴۳
حضرت عثمانؓ کا مظلومانہ قتل۔	۴۷
حضرت علیؓ سے مالک اشتر جیسے اشخاص کی رفاقت کا نتیجہ۔	۴۹

مضامین	صفحہ
حضرت علیؓ و معاویہؓ کی جنگ کا خاتمہ۔	۵۱
حضرت علیؓ کی شہادت۔	۵۶
حضرت علیؓ کی امام حسنؓ کو وصیت۔	۵۷
امام حسنؓ سے اشیاع کی غداری۔	۵۸
بیعت امام حسنؓ۔	۶۰
وہ صحابۂ رسولؐ جو عہد علیؓ کی خانہ جنگیوں سے الگ رہے۔	۶۲
حضرت معاویہؓ کے مشیران خاص۔	۶۶
قریش میں علم برداری فوج حضرت معاویہؓ کے خاندان میں تھی۔	۷۱
حضرت معاویہؓ کی فتوحات۔	۷۳
جہادِ قسطنطنیہ	۷۷
حضرت معاویہؓ کی وفات رسول اللہ سے عقیدت و اولاد کا بیان۔	۷۹
بنی امیہ پر مظالم کے واقعات۔	۸۱
ضروری التماس۔	۸۵
عقائدِ اہل سنت متعلقہ صحابہ کرامؓ	۸۷
گلہائے عقیدت منظوم	۸۹

کاسمو پرنٹنگ پریس لاہور

باشتراک انور معاویہ

رجب ۱۴۰۰

۷۸۶

پیش لفظ

از ابو الطاہر فدا حسین فدا

مدیر اعلیٰ ماہنامہ "مہر و ماہ" لاہور۔

یہ ایک ناقابل تردید حقیقت ہے کہ خال المومنین حضرت امیر معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ تاریخ اسلام میں ایک اہم شخصیت ہیں۔ آپؓ کے عہد میں اسلام نے جو ترقی کی ہے وہ فقید المثال ہے۔ آپ نے اسلام کی گرتی ہوئی عظمت و شوکت کو از سر نو سہارا دیا اور اپنی سیاست، تدبّر اور فطری صلاحیتوں کی بدولت سلطنت کو مستحکم بنیادوں پر استوار کیا۔ نیز اپنے جانشینوں کو اس شاہراہ کی طرف رہنمائی کی۔ جس پر چل کر انہیں وہ کامرانیاں نصیب ہوئیں کہ ایک طرف تو سرزمین سندھ مسلمانوں کے زیر نگیں تھی۔ اور دوسری طرف اندلس ان کے قبضہ تسلط میں تھا۔

یہ حقیقت اظہر من الشمس ہے کہ کسی خاندان کو بنی امیہ جیسی عالمگیر مملکت حاصل نہیں ہوئی اور انہیں یہ تفوق اس وقت حاصل ہوا جب حضرت فاروق اعظمؓ کے نقش قدم پر چل کر دولت اسلامیہ کی اساس کو مستحکم و مضبوط کرنے کی کوشش کی۔

حضرت معاویہؓ کے حالات میں ہمایوں بادشاہ نے علامہ ابن حجر مکیؒ سے "تطہیر الجنان" کتاب لکھوائی تھی۔ اس کتاب کا اُردو ترجمہ مولانا عبدالشکور لکھنوی

مرحوم نے اپنے مطبع سے شائع کیا تھا۔ اور حضرت مجدد الف ثانی رحمۃ اللہ علیہ نے اپنے مکتوبات اور رسالہ "رد روافض" میں بڑی وضاحت سے حضرت معاویہؓ کے مرتبہ و مقام کو بیان فرمایا۔ اسی طرح وقتاً فوقتاً علماء کرام نے حضرت معاویہؓ کی شان اور ان کے فضائل و مناقب بیان کرنے اور ان پر مخالفین کے طعن و تشنیع کے جوابات دینے کے لئے کتابیں لکھیں مولانا عبدالعزیز پرہاروی نے ناہیہ عن ذم معاویہؓ (عربی) مولانا احمد رضا خاں بریلویؒ نے "رفیع العروش الخاویہ من ادب الامیر معاویہؓ" اور سید حسین حیدر حسینی نے میرٹھ سے رسالہ تصحیح العقیدہ فی باب امیر المعویہؓ (فارسی) شائع کیا۔ لاہور سے مولانا نبی بخش حلوائیؒ نے "النار الحامیہ لمن ذم المعاویہؓ" کے نام سے ایک مبسوط کتاب لکھ کر اہل سنّت کے عقائد کی ترجمانی کرنے کی سعادت حاصل کی۔ ان تصنیفات کی افادیت ان کے ناموں سے عیاں ہے۔

حضرت مولانا پیر غلام دستگیر نامی رحمۃ اللہ علیہ نے عام فہم اسلوب میں نہایت سلیس اور آسان اُردو میں "حضرت معاویہؓ" نامی کتاب لکھ کر ۱۳۶۹ھ میں ادارہ دائرۃ الاصلاح لاہور کی طرف سے شائع کر کے مفت تقسیم کر دی۔ حضرت مولانا نامی کا یہ علمی کارنامہ حضرات پیران عظام مثلاً حضور غوث پاکؒ، حضرت بابا فرید گنج شکر اور حضرت مجدد الف ثانی رحمہم اللہ تعالیٰ کی تقلید میں ہے۔ ان بزرگوں نے ہمیشہ ذم معاویہؓ سے روکا اور آپ کے مراتب عالیہ کو بیان فرمایا۔

اب اس موضوع پر بعض عرب مؤلفین کی کتب کے تراجم بھی شائع ہوئے ہیں۔ مگر ان میں ایک کمی یہ ہے کہ ان کے مؤلفین، مستشرقین یورپ سے غایت درجہ متاثر ہونے کی وجہ سے بعض نامناسب باتوں کو بھی خاص اہمیت دیتے چلے

مولانا نامی کی تصنیف کے بعد مولانا مفتی احمد یار خاں نعیمی نے امیر معاویہؓ پر

پر ایک نظر" لکھ کر اربابِ علم سے خراجِ تحسین وصول کیا ہے۔ فروری ۱۹۶۰ء میں ماہنامہ "دعوت" لاہور نے "امیر المومنین معاویہ نمبر" شائع کیا تھا۔ جو نہایت ہی گرانقدر مضامین کا مجموعہ ہے۔ حضرت نامی کی کتاب ؎

ہر گلے را رنگ و بوئے دیگر است

کے مصداق اپنے رنگ میں منفرد ہے۔ اس میں تقریباً ہر اُس اعتراض کا جواب دیا گیا ہے جنہیں بعض متعصب اور ہٹ دھرم دشمنانِ اسلام نے اپنا شیوہ بنا لیا ہوا ہے۔ اس لئے اس نادر اور لاجواب کتاب کو حافظ نور محمد انور مکتبہ الفاروق لاہور نے برائے تبلیغ و حصول ثواب دوبارہ شائع کرنے کا اہتمام کیا ہے (جزاہ اللہ) خداوند کریم حضرت مصنف علیہ الرحمۃ کو اجر عظیم سے نوازے اور مسلمانوں کو اس سے مستفید و مستفیض ہونے کا شرف بخشے۔ ع

ایں دعا از من و از جملہ جہاں آمین آباد

حضرت مولانا غلام دستگیر نامی منتشم روزگار بزرگ تھے۔ آپ کی تمام زندگی تبلیغ و اشاعت دین میں گزری۔ تقریباً پچاس برس انہوں نے محض اللہ کے لئے عقائد اہل سنت کے مطابق صحابہ کبار رضوان اللہ علیہم اجمعین کے مقام اور ان کے فضائل کو بذریعہ نظم و نثر بیان کیا۔ اس موضوع پر تقریباً ایک سو کے قریب رسالے اور کتابیں لکھ کر ادارہ دائرۃ الاصلاح لاہور کی طرف سے شائع کرکے تقسیم کئے۔ ادارہ دائرۃ الاصلاح لاہور مولانا نامی مرحوم نے بعض احباب کی اعانت سے ۱۹۱۴ء میں قائم کیا تھا۔ جس کے اغراض و مقاصد اصلاح معاشرہ اور فضائل و کمالات صحابہؓ کے موضوع پر لٹریچر شائع کرنا ہے۔

مولانا مرحوم دین کی تبلیغ اور علم و ادب کی قابل قدر خدمات ادا کرنے کے بعد مورخہ ۶ دسمبر ۱۹۶۱ء مطابق ۷ رجب ۱۳۸۰ھ کو واصل بحق ہوئے۔

ہرگز نمیرد آں کہ دلش زندہ شد بہ علم
ثبت است بر جریدۂ عالم دوامِ ما

مولانا مرحوم کی وفات پر میں نے ایک طویل قطعہ تاریخ وصال لکھا جس کا پہلا اور آخری شعر یہ ہے۔

واصلِ حق حضرت نامی ہوئے ٭ رنج سے ہر دل بنا دار المحن
پوچھی جب تاریخ رحلت اے فدا ٭ بولا ہاتف "نامی شیریں سخن"

۱۳۸۰ھ

حکیم محمد موسیٰ امرتسری نے یہ تاریخ کہی۔ ع

بجھا آج ہائے چراغ علوم

۱۳۸۱ھ

فدا

نوٹ:- حضرت پیر صاحب مرحوم نے اپنی وفات سے قبل رسالۂ ہذا میں ضروری اضافے کئے تھے۔ یہ ایڈیشن ان اضافوں سے مزیّن ہے۔

(حافظ نور محمد انور)

شجرۂ خاندان امیر المومنین

شاخ ہاشمی — عبد مناف بن قصی

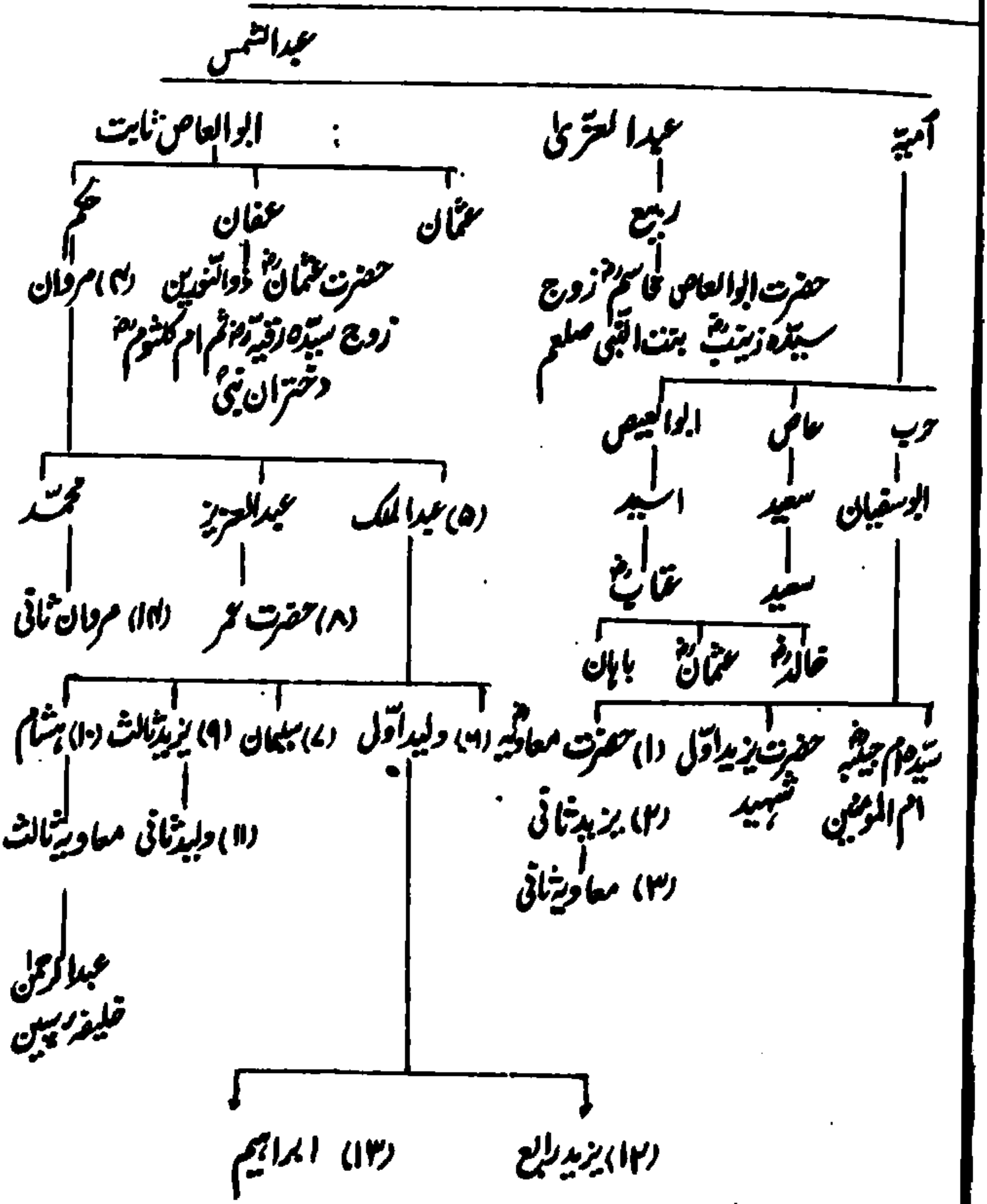
- سیدنا ہاشم
  - سیدنا عبد المطلب
    - سیدنا عبد اللہ
      - حضرت محمد رسول اللہ صلعم
    - عباس رض
      - عبد اللہ رض
        - علی رض
          - محمد
            - (۱) سفاح
            - (۲) منصور
              - (۳) مہدی
                - (۴) ہادی
                - (۵) ہارون رشید
                  - (۶) امین
                  - (۷) مامون
                  - (۸) معتصم
                    - (۹) واثق
                    - (۱۰) متوکل
    - ابو طالب
      - ابو یزید عقیل رض
      - جعفر طیار رض
      - حضرت علی رض
        - امام حسن رض
        - امام حسین رض
        - وغیرہ
    - حارث
      - ابو سفیان رض

نوٹ:- نمبر ظاہر کرتے ہیں کہ کس ترتیب سے خلیفہ (حکمران) ہوئے۔
یہ شجرہ ابن قتیبہ دینوری کی کتاب المعارف" اور شیعی مورخ علامہ شوشتری کی "کتاب مجالس المومنین" کے مطالعہ سے ترتیب کئے گئے ہیں۔

(نامی)

حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ

شاخ بنو امیہ



دونوں خاندانوں میں رشتہ داریاں

شیعی مجتہد لاہوری کا فتویٰ رسالہ النظر میں موجود ہے کہ شیعہ عورت کا نکاح سُنی مرد سے نا جائز ہے اور اس نکاح سے پیدا شدہ اولاد ولد الزنا ہو گی۔ میں نے اس فتوے پر رسالہ تبصرہ لکھا جو تین بار چھپ چکا ہے۔ اس میں ان نکاحوں کی تفصیل دی گئی ہے جو عہدِ رسالت میں اور بعد ازاں ہاشمیوں اور دیگر صحابہ کرامؓ میں ہوئے اور نتیجہ نکالا ہے کہ ان میں باہمی دینی یکجہتی واتحاد تھا۔ تو انہوں نے باہم لڑکے لڑکیوں کی شادیاں کیں۔ ان تمام ازدواجی تعلقات کا یہاں بیان کرنا خارج از موضوع ہے۔ صرف اتنا بتا دینا ضروری ہے کہ جنگ صفین اور کربلا کے بعد بھی خاندان حضرت علیؓ اور امیر معاویہؓ میں باہم شادیاں ہوئیں۔ مثلاً امام حسینؓ کی بیٹی (۱) فاطمہ، عبداللہ بن عمرو بن حضرت عثمانؓ سے اور دوسری بیٹی (۲) سکینہ زید بن عثمانؓ سے اور امام حسنؓ کی پانچ پوتیاں (۱) سیدہ نفیسہ، بنت زید، خلیفہ ولید بن عبدالملک سے (۲) خدیجہ بنت حسین اور (۳) حمادہ بنت حسن مثنیٰ، اسمٰعیل بن عبدالملک بن حارث بن الحکم سے (۴) ام قاسم بن حسن مثنیٰ، مروان بن حضرت عثمانؓ سے اور اس کی (۵) بہن، مروان بن معاویہ بن مروان بن الحکم سے۔ بیاہی گئیں۔ (۱) سیدہ سکینہ بنت امام حسینؓ بیوۂ مصعب بن زبیرؓ کا نکاح اصبغ بن عبدالعزیز بن مروان سے ہوا اور (۲) پھر زید بن عمرو بن حضرت عثمانؓ سے۔ سیدۂ سکینہؓ نے اپنی بیٹی (۳) ربیحہ (از صلب عبداللہ بن عثمان اسدی) کی شادی عباس بن ولید بن عبدالملک (یعنی سیدہؓ نفیسہؓ کے شوہر کے بیٹے) سے کی تھی۔ حضرت عثمانؓ کی بیٹی (۴) عائشہ کی شادی امام حسنؓ سے ہوئی تھی اور اسی نام کی پڑ دتی (۵) عائشہ بنت عمر بن عاصم، امام زین العابدین کے پوتے

اسحٰق بن عبداللہ ارقطہ کے ساتھ بیاہی جا کر یحییٰ کی والدہ نہیں۔ امام زین العابدین کے پوتے (۶) حسن بن حسین کا بیاہ امیہ کی نسل کے ایک شخص مروان بن عنبسہ کی بیٹی خلیدہ سے ہوا اور محمد و عبداللہ فرزند پیدا ہوئے۔ (۷) یزید بن حضرت معاویہؓ کے پوتے عبداللہ بن خالد کی شادی امام عباس بن حضرت علیؓ کی پوتی نفیسہ بنت عبیداللہ سے ہوئی جس سے علی اور عباس متولد ہوئے۔ سیدہ نفیسہ کے فرزند جراتمند علی (یزید کے پڑپوتے) نے ۱۹۵ھ میں سرزمین دمشق پر دعویٰ خلافت کیا اور کہا کہ میں شیخان (حضرت علیؓ اور امیر معاویہؓ) کا بیٹا ہوں۔ (تاریخ ملک عراق مطبوعہ فیروز سنز صہ ۹۸ و دروس التاریخ جلد ۴ صہ ۳۹)۔

کاش یہ رشتے ہیزم کشان نارِ فساد و دشمنی مسلمین کی ہدایت کا موجب ہوں مسلمانوں کو جان لینا چاہیئے کہ حضور صلعم نے ان کے ساتھ کیسا سلوک فرمایا تھا اور حضرت علیؓ ان کے متعلق کیا رائے رکھتے تھے یقیناً ان دونوں حضرات علیہما السلام کے نزدیک حضرت معاویہؓ کی بہت بڑی وقعت تھی مگر شیعوں کے لاہوری مجتہد نبیؐ و علیؓ کے مسلک کے خلاف ان کے کفر کا فتوے صادر کرتے ہیں اور خدا اور رسولؐ سے نہیں ڈرتے ؎

نے فروعت محکم آمد نے اصول

شرم بادا از خداوند و رسول!

ہمیں اُمید ہے کہ یہ رسالہ تعصب کی پٹی آنکھوں سے اتار کر پڑھا جائے گا اور مسلمان اس نتیجہ پر پہنچ جائیں گے کہ اصحاب رسول اللہ صلعم سب نور علیٰ نور تھے اور ہمیں کوئی حق حاصل نہیں کہ ان برگزیدگان خدا اور رسولؐ سے بغض رکھیں اور اپنے ایمان کو ضائع کریں۔

جو زمانۂ جاہلیت میں اچھے تھے وہ زمانۂ اسلام میں بھی اچھے رہے

جب صحابۂ کرام علیہم الرضوان سے بغض رکھنے والوں کو اور کسی ڈھب سے اظہار دشمنی اور عیب جوئی کی گنجائش نظر نہیں آتی تو کہہ دیا کرتے ہیں کہ یہ صاحب وہ ہیں جن کے باپ نے جن کی ماں نے یا خود انہوں نے فلاں وقت میں اسلام قبول کرنے سے پیشتر اسلام یا بانیٔ اسلام کی یا فلاں صحابیؓ کی مخالفت کی تھی اور اس طرح جاہلوں کو بہکانے میں کامیاب ہو جاتے ہیں۔ ان لوگوں کو معلوم ہونا چاہیئے۔ کہ مشرف با اسلام ہوتے ہی پیشتر کے سب گناہ کانْ لَمْ یَکُنْ نابود ہو جاتے ہیں اور ان کے متعلق کوئی باز پرس نہ ہوگی مسلمان ہو کر کبیرہ گناہوں کا ارتکاب بھی خارج از اسلام نہیں کرتا خدا الغفور الرحیم ہے سچے دل سے توبہ کرنے والوں کے معاصی معاف کر دیتا ہے۔ ہاں شرک کو معاف نہیں کرتا۔

جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے اسلام کی تبلیغ شروع کی تو قریش نے ربا ستثنائے چند برگزیدہ اصحابؓ مثلاً حضرت ابوبکر صدیقؓ کے کہ لبیک خاطر فوراً لبیک نہیں کہا بلکہ جب تک انہوں نے اس کی حقانیت کو بچشم بصیرت نہیں دیکھ لیا اپنے آبائی مذہب کو نہیں چھوڑا چنانچہ مفصلہ ذیل مثالیں اس دعویٰ کے اثبات میں پیش کی جا سکتی ہیں۔

(۱) حضرت عباس بن عبد المطلب۔ بدر میں مشرکین مکہ کے ساتھ مسلمانوں سے لڑتے آئے تھے۔ گرفتار ہوئے اور فدیہ ادا کرنے پر رہا کئے گئے بعد میں اسلام قبول کیا آپکی فضیلت کے سب مسلمان قائل ہیں اب تک ہر خطبہ میں حمزہؓ کے ساتھ آپکا نام پڑھا جاتا ہے۔ ۱۲ رجب ۳۲ھ کو وفات پائی حضور علیہ السلام نے آپکو سقایت اور زمزم کی خدمت سپرد کی تھی اور انصار پر آن کو سردار بنایا تھا چنانچہ وہ اس عہدہ پر تا وفات قائم رہے۔ مجالس المومنین صفحہ ۸۲ میں مُلّا شوشتری لکھتے ہیں کہ حضرت علیؓ نے اپنی بیٹی

ام کلثومؓ کا عمرؓ سے نکاح حضرت عباسؓ ہی کو وکیل بنا کر کیا تھا گو فاروقِ اعظمؓ معاذاللہ ظاہرا اسلام منافق تھے مگر فتنہ کی آگ فرو کرنے کیلئے یہ عقد کر دیا۔ یہ اسداللہ الغالب پر کس قدر سخت بزدلی کا اتہام ہے۔

(۲) ابوسفیان بن حارث بن عبدالمطلب حضورؐ کے چچا زاد اور دودھ شریک بھائی تھے۔ قریباً بیس برس تک حضورؐ کے مخالف اور ہجو میں متواتر شعر کہتے رہے فتح مکہ کے بعد مسلمان ہوئے۔ پھر بارہ برس نبیؐ و اسلام کے جان نثار خادم رہے حضورؐ نے ان کی نسبت فرمایا تھا کہ ابوسفیان نوجوانان جنت کا سردار ہے۔

(۳) حضرت نوفل برادر حضرت ابوسفیان بن حارث بھی بدر کے دن قید ہو کر مسلمانوں کو فدیہ دینے پر رہا ہوئے تھے۔ پھر غزوۂ خندق کے دوران میں اسلام لا کر مدینہ آئے تھے۔ مجالس المومنین شیعہ میں مذکور ہے (صت۲) کہ نوفل حضرت عمرؓ کی خلافت کے تیسرے سال مدینہ میں فوت ہوئے۔ اور فاروقِ اعظم پیادہ ان کے جنازہ کے پیچھے چلتے تھے۔ یہ کیوں نہیں لکھا کہ عمرؓ نے نماز جنازہ پڑھائی۔

(۴) ابویزید حضرت عقیل بن ابی طالب حضرت علیؓ سے بیس برس بڑے تھے یہ بھی حضرت عباسؓ اور نوفل کی طرح بدر میں گرفتار اور تاوان ادا کرنے پر رہا ہوئے چونکہ کفر کی حالت میں انہوں نے اپنے بھائی طالب کے ساتھ اپنے باپ ابی طالب کے ترکہ پر قبضہ کر لیا تھا اس لئے حضرت علیؓ اور جعفرؓ اس کے وارث قرار نہ پائے حضرت عقیلؓ نے اپنے بھائی علیؓ کو چھوڑ کر حضرت معاویہؓ کی جنبہ داری اور شرکت کی تھی انہوں نے ایک قریشی مرد پر تہمت لگائی تھی جس کی وجہ سے حضرت عمرؓ بن خطاب نے انہیں شرعی سزا کے تازیانہ دی تھی۔ حضرت معاویہؓ کے عہد خلافت میں شام ہی میں فوت ہوئے (حضرات شیعہ ان کی نسبت کیا فتوے دیتے ہیں۔

(۵) حضرت عمرؓ فاروقِ اعظمؓ مکہ میں تلوار لے کر حضور علیہ السلام کا سر قلم

کرنے کو نکلے تھے مگر اسلام لا کر ان کو حضورؐ سے اس قدر محبت ہوئی کہ آپؐ کی وفات کے موقع پر ننگی تلوار لے کر نکلے اور کہا کہ جو کوئی کہے گا کہ آنحضرتؐ نے وفات پائی اس کا سر کاٹ ڈالا جائے گا۔ پھر آپ نے اسلام کی جو خدمات کیں ان کا مخالفین اسلام تک کو اعتراف ہے۔

(۶) حضرت خالد بن ولیدؓ جب تک مسلمان نہ ہوئے مسلمانوں کو سخت نقصان پہنچاتے رہے چنانچہ جنگ اُحد اس کی شاہد ہے۔ پھر جب مسلمان ہوئے تو لات عزیٰ کے مندروں کو اپنے ہاتھ سے گرایا۔ تمام عراق اور نصف شام کا ملک فتح کیا اور مسیلمہ کذاب کو شکست دی۔ تمام عمر اسلام کے مخالفوں کی سرکوبی میں بسر کی۔ ان کے بدن میں کوئی جگہ نہ تھی جس میں تلوار یا نیزہ کا نشان نہ ہو۔ حمص میں ۲۱ھ میں وفات پائی۔

(۷) حضرت ولیدؓ بن ولیدؓ حضرت خالدؓ کے بھائی ہیں اور بدر کی لڑائی میں بحالت کفر قید ہو گئے تھے اور ان کے بھائی خالد اور ہشام نے فدیہ دیکر ان کو چھڑایا تھا پھر یہ مسلمان ہو گئے۔ کسی نے ان سے کہا کہ تم نے فدیہ دینے سے پہلے کیوں نہ اسلام قبول کیا کہا میں نے یہ اچھا نہ سمجھا کہ تم لوگ میری نسبت یہ خیال کرو کہ یہ گھبرا کر یا جان کے خوف سے مسلمان ہوا ہے پھر جب یہ مکہ پہنچے تو کافروں نے ان کو قید کر دیا تو حضورؐ ان کے لئے دعائے قنوت میں مع ضعیف لوگوں کے دعا فرمایا کرتے تھے جس کی برکت سے یہ جلدی رہا ہو کر حاضر خدمت ہوئے عمرۃ القضا میں یہ حضورؐ کے ساتھ شریک تھے۔

(۸) حضرت عمرو بن عاصؓ نجاشیؓ کے پاس مسلمان مہاجروں کے تعاقب میں گئے تھے مگر چند سال کے بعد جب مسلمان ہو گئے تو عمان کے بادشاہ کے پاس داعیٔ اسلام بن کر گئے اور ہزاروں اشخاص کے مشرف باسلام ہونے کی خوشخبری

لیکر خدمت نبوی میں حاضر ہوئے اور خلافت حضرت عمرؓ میں تمام مصر میں اسلام کا سکہ بٹھا دیا۔ اُسی کی اشاعت میں نوّے برس کی عمر پوری کی سنہ ۴۳ھ میں فوت ہو کر جبل مقطم میں مدفون ہوئے۔

(۹) حضرت عروہ بن مسعودؓ حدیبیہ میں آنحضرت کو مکہ میں داخل ہونے سے روکنے کے لئے قریش کے سفیر بن کر آئے پھر خود بخود مدینہ میں سنہ ۹ھ کے بعد حاضر ہوئے اور دعوتِ اسلام کی اجازت حاصل کرکے اپنی قوم کی طرف لوٹے اور ان کو اسلام کی تبلیغ کی صبح اٹھ کر اپنی کھڑکی کے پاس کھڑے ہو کر اذان دینے لگے جب اشہد ان لا الہ الا اللہ پر پہنچے تو ان کے قبیلہ بنی ثقیف میں سے ایک شخص نے تیر مارا جس سے یہ شہید ہو گئے۔ حضورؐ کو جب خبر پہنچی تو آپؐ نے فرمایا کہ عروہؓ کی مثال اس شخص کی سی ہے جس کا ذکر سورۂ یٰسین میں ہے جس نے اپنی قوم کو خدا کی طرف بلایا اور مقتول ہوا۔

(۱۰) حضرت سہیل بن عمروؓ بدر کی لڑائی میں بحالت کفر قید ہوئے تھے۔ قریش کے خطیب تھے حضرت عمرؓ نے رسول اللہ صلعم سے اجازت طلب کی تھی کہ ان کے دانت توڑ دیئے جائیں تاکہ یہ حضورؐ کے خلاف بُرا خطبہ نہ پڑھ سکیں۔ مگر حضورؐ نے فرمایا تھا کہ عمرؓ ان کو چھوڑ دو عنقریب یہ ایسی جگہ کھڑے ہو کر خطبہ پڑھیں گے کہ تم ان کی تعریف کروگے۔

معاہدۂ حدیبیہ میں بت پرستوں کی طرف سے کمشنر معاہدہ تھے۔ انہی نے اسم پاک محمدؐ کے ساتھ لفظ رسول اللہ لکھے جانے پر انکار کیا تھا جس سے حضرت عمرؓ کو سخت غصہ آیا تھا۔ پھر جب یہ مسلمان ہو گئے۔ تو بیت اللہ میں کھڑے ہو کر اسلام کی صداقت اور دین الٰہی کی تائید میں ایسی زبردست تقریر کی کہ سینکڑوں دلوں میں سکینہ اور نور ایمان بھر دیا۔ حضرت عمرؓ کی خلافت میں جہاد

کا بھتیجا تھا ہاشم کی اولاد بنو ہاشم اور امیہؓ کی بنو امیہ کہلائے دونوں خاندان قریش کے درخشندہ گوہر تھے دونوں نے ابتدا میں اسلام و بانیٔ اسلام علیہ السلام کی مخالفت میں مساوی حصّہ لیا اور پھر محافظت دین حقہ میں دونوں یکساں سینہ سپر نظر آئے۔ شرافت و نجابت دونوں میں مشترک تھی ہم کسی کو گھٹا بڑھا نہیں سکتے

حضرت معاویہؓ کی والدہ ہند عتبہ کی بیٹی تھی۔ عتبہ امیہ کے بھائی ربیعہ کا بیٹا تھا پس حضرت معاویہؓ نجیب الطرفین تھے۔ غزوۂ بدر میں جہاں بنو ہاشم میں سے عباسؓ بن عبد المطلب عقیلؓ بن ابو طالب اور نوفلؓ بن حارث بن عبد المطلب مسلمانوں کے خلاف لڑے وہاں حضرت معاویہؓ کے نانا ماموں اور والد بھی مخالف تھے خوش قسمتی سے بنو ہاشم تو اسیر ہوئے اور فدیہ ادا کرنے پر رہا کئے گئے مگر حضرت معاویہؓ کے خاندان کے اکثر لوگ مسلمانوں کی تلواروں کی نذر ہو گئے جب قریش شکست کھا کر مکہ واپس پہنچے اور ہند کو معلوم ہوا کہ اُس کا باپ چچا اور بھائی مارے گئے ہیں تو اُس کے دل کو صدمہ پہنچنا قدرتی بات تھی اس لئے اس کے سینہ میں انتقام کی آگ شعلے مارنے لگی اور اس نے دل میں ٹھان لی کہ آئندہ حملہ میں وہ ضرور قریش کے لشکر کے ساتھ جائے گی اور اپنے عزیزوں کا بدلہ لے گی چنانچہ غزوۂ اُحد میں وہ فوج کے ہمراہ آئی مسلمانوں کو رسول کریم صلعم کی ہدایت پر کاربند نہ رہنے کی وجہ سے جب فتح مکہ کے بعد شکست ہوئی تو یہ دلیر عورت فوراً اپنے چچا کے قاتل شیر خدا حضرت حمزہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی نعش پر آئی اور کلیجہ نکال کر چبا گئی اور اپنا کلیجہ ٹھنڈا کیا جب مکہ فتح ہوا تو ہند مسلمان ہو کر رسول خدا کی خدمت میں حاضر ہوئی اور بیعت کی حضور علیہ السلام نے انہیں معاف فرما دیا اور وہ گناہوں سے بالکل پاک ہو گئیں اب کسی کا منہ نہیں کہ ان کے منہ آئے۔ جو ایسا کرے گا وہ منہ کی کھائے گا۔

ہند موصوف بڑی فصیحہ بلیغہ اور عاقلہ تھیں۔ جب انہوں نے حضورؐ کی بیعت کی ہے تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے سب عورتوں کو خطاب کرکے فرمایا کہ اے عورتو! اب تم خدا کے ساتھ کسی کو شریک کرنا اور نہ چوری کرنا۔ اس وقت یہ بولیں کہ یارسول اللہ ابوسفیان مجھ کو میرے خرچ کے موافق نہیں دیتا ہے جس سے مجھے بڑی تنگی اٹھانی پڑتی ہے حضورؐ نے فرمایا۔ اے عورتو! آئندہ تم زنا بھی نہ کرنا۔ انہوں نے فرمایا کیا یارسول اللہ کیا آزاد عورتیں بھی زنا کرتی ہیں۔ حضورؐ نے فرمایا نہیں وہ زنا نہیں کرتیں۔ پھر حضورؐ نے فرمایا آئندہ تم اولاد کو قتل نہ کرنا۔ پھر ہند بولیں کہ یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم آپ نے ہماری اولاد چھوڑی کون سی ہے۔ ہم نے تو چھوٹے چھوٹے سوں کو پالا اور جب وہ بڑے ہوئے تو سب کو آپؐ نے جنگ بدر میں ایک سرے سے قتل کر دیا (دیکھو اکمال فی اسماء الرجال)

جب جنگ یرموک میں مسلمانوں کے قدم ڈگمگائے تو انہیں ہندؓ نے دوسری عورتوں کو ساتھ لے کر خیموں کی چوبوں سے مار مار کر اور غیرت دلانے والے کلمات کہہ کر پھر مستعد جنگ کر دیا جس کا نتیجہ یہ ہوا مسلمانوں کو فتح اور کفار کو شکست ہوئی۔ آپ حضرت عمر فاروق اعظمؓ کے عہد میں اسی روز جس دن حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہما کے والد ابوقحافہ عثمان بن عامر نے (۱۴ھ میں) وفات پائی انتقال فرما گئیں۔

حضرت ابوسفیانؓ حضرت معاویہؓ کے والد قریش کے رئیس تھے عام الفیل سے دس برس پہلے پیدا ہوئے تھے اس حساب سے رسول اللہ صلعم سے قریباً دس سال بڑے تھے۔ شجاعت ان کا خاندانی جوہر تھا۔ جب تک اسلام نہ لائے مسلمانوں کے خلاف اور جب مشرف باسلام ہوئے ان کے ساتھ۔

دادِ مردانگی دیتے رہے۔ اُم حبیبہؓ آپ کی صاحبزادی مسلمانوں کی ماں اور حضور علیہ السّلام کی نہایت پاکباز اور ایماندار زوجہ تھیں۔ آپ فتح مکہ سے قبل مشرف باسلام ہوئے جس سے حضور علیہ السّلام کو بڑی مسرت ہوئی اور نہ صرف ان کے گناہوں کو معاف فرمایا بلکہ ان کی اس طرح عزت افزائی کی کہ جو شخص ابوسفیانؓ کے گھر پناہ لے گا اس کے لئے بھی معافی ہے۔ ابوسفیان کے مسلمان ہونے پر مسلمانوں نے بڑی خوشیاں منائیں اور ہر جگہ آپ کا ذکر عزت حرمت سے ہونے لگا۔ پھر آپ حضور علیہ السّلام کے داخلہ سے پہلے مکہ پہنچے اور اپنے بھائی بندوں کو مخاطب کر کے یوں تقریر کی۔

" اے میرے بھائیو! میں مسلمان ہوگیا ہوں۔ ہمارے جھوٹے دین نے جو کچھ ہمیں نقصان پہنچایا ہے۔ وہ تمہیں بخوبی معلوم ہے اس وقت جان کی سلامتی اور عاقبت کی بہتری اسی میں ہے۔ کہ تم بُت پرستی چھوڑ دو اور ایک خدا کی پرستش اختیار کرو۔ اسلام کو خدا نے بڑی شان و شوکت بخشی ہے کوئی طاقت اس کا مقابلہ نہیں کر سکتی جو شخص اس کے مُنہ آئے گا وہ اپنی جان اور ایمان کو غارت کرے گا میری طاقت اور شجاعت سے تم اچھی طرح واقف ہو کہ میں کس قدر جان جوکھوں میں ڈال کر مسلمانوں کا مقابلہ کرتا رہا ہوں مگر اب اسلام کی حقانیت کا قائل ہو کر میں نے پرانے عقائد سے توبہ کر لی ہے اور تم کو بھی یہی مشورہ دیتا ہوں کہ سلامتی اسلام قبول کرنے ہی میں ہے"۔ اس تقریر کا خوشگوار اثر پڑا اور سب اہل مکہ نے گردن اطاعت خم کر دی اور یہ مقدس شہر بغیر کسی قابل ذکر خونریزی کے مسلمانوں کے قبضہ میں آگیا۔

اسلام لا کر ابوسفیانؓ بعد کی اسلامی جنگوں میں برابر شریک ہوتے رہے

چنانچہ غزوہ حنین میں بھی شامل تھے اور حضور علیہ السلام نے مال غنیمت میں سے آپ کو سو اونٹ اور چالیس اوقیہ چاندی عنایت فرمائی تھی۔ طائف کی لڑائی میں آپ کی ایک آنکھ پھوٹ گئی اور جنگ یرموک میں دوسری آنکھ بھی ایک پتھر کے صدمہ سے جاتی رہی اور آپ بالکل نابینا ہو گئے آخر شہر مدینہ میں بعمر ۹۶ سال ۳۴ھ میں ان کا انتقال ہوا۔ اور جنت البقیع میں مدفون ہوئے۔ رضی اللہ عنہ۔ بدبخت ہیں وہ لوگ جو آپ کو برا کہتے ہیں جن کو خدا کے رسول علیہ السلام نے معاف فرمایا اور ہر طرح ان کی عزت افزائی کی ان کو برے الفاظ سے یاد کرنا کسی مسلمان کا کام نہیں مگر جن لوگوں کے دل بغض و حسد کی آگ سے کوئلہ ہو گئے ہوں ان میں کسی خوبی کا عکس پڑ ہی نہیں سکتا۔ دیکھو ابوجہل کے سیاہ دل میں حضور علیہ السلام کی صداقت کا کچھ عکس نہ پڑا اور حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے روشن ضمیر نے حضور کے حسن صداقت کو فوراً قبول کر لیا۔ پس جو لوگ خود برے ہوں ان کو تمام جہان برا ہی نظر آتا ہے۔

قسمت کیا ہر ایک کو قسام ازل نے ۔ جو شخص کہ جس چیز کے قابل نظر آیا!
دشمن کو دیا بغض و حسد و ذلت و خواری ۔ اور دے کے ہمیں نیک گماں تیر فلک کا

حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کے خاندان پر حضور علیہ السلام کی نظریات

بعض مصنفوں نے جو اپنے آپ کو سُنی ظاہر کرتے ہیں مسلمانوں کے جلیل القدر خاندان بنو امیہ پر زبان طعن و تشنیع دراز کی ہے اور جو جو اُن کو صلواتیں سنائی ہیں اس سے صاف ثابت ہوتا ہے کہ وہ اگر شیعہ نہیں تو سُنی بھی نہیں معجون مرکب ہیں یا یوں کہو کہ ان کا مذہب اس قسم کی مضمون نگاری ہے جو کل جدید لذیذ

کے ذیل میں آکر رنجش کا ذریعہ بنے۔ ایسے معترض ہم سے سنیں کہ حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے بنی امیہ پر جن کے پختہ ایمان کی آپ کو بوجہ نبی ہونے کے خبر تھی کس قدر مہربانیاں فرمائیں۔

حضرت ابو العاص رضی اللہ عنہ بن ربیع یہ امیہ رضی اللہ عنہ کے بھائی عبد العزیٰ کے پوتے تھے آپ کو رسول کریم صلعم کی دامادی کا فخر سب سے اول حاصل ہوا کیونکہ حضور نے اپنی بڑی صاحبزادی سیدہ رضی اللہ عنہا زینب کا نکاح آپ سے کیا تھا۔ یہ دو دفعہ بحالت کفر پکڑے آئے مگر دونوں دفعہ حضور علیہ السلام نے ان کو رہا کرا دیا ایک دفعہ تو اس شرط پر کہ وہ مکہ پہنچ کر حضرت زینب رضی اللہ عنہا کو مدینہ بھیجدیں گے۔ اور دوسری دفعہ فدیہ وصول کر کے فدیہ میں حضرت زینب رضی اللہ عنہا نے ایک سونے کا ہار بھیجا جو ان کی والدہ حضرت خدیجۃ الکبریٰ نے دیا تھا یہ ہار دیکھ کر حضور صلعم کی آنکھوں میں آنسو بھر آئے اور مسلمانوں سے فرمایا کہ اگر تم چاہو تو بیٹی کو اس کی والدہ کی نشانی واپس کر جائے سب نے عرض کیا کہ حضور مالک و مختار ہیں چنانچہ وہ ہار واپس کر دیا گیا۔ (یہی مضمون ملا باقر مجلسی کی کتاب حیات القلوب میں بھی ہے) حیات القلوب مجلسی جلد دوم صفحہ ۳۹۱ باب در بیان جنگ بدر مطبوعہ نولکشور لکھنؤ۔

یہ مہربانیاں دیکھ کر حضرت ابو العاص رضی اللہ عنہ مسلمان ہو گئے۔ آپ کو مشرکین بہتیرا کہتے رہے کہ رسول خدا صلعم کی بیٹی کو طلاق دے دو اور سعد بن العاص کی دختر سے نکاح کر لو مگر آپ نے نہ مانا اس لئے حضور آپ سے بہت خوش تھے اور آپ سے اس قسم کی رنجش کی کبھی نوبت نہیں آئی جیسی کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ سے آئی تھی جبکہ انہوں نے ابو جہل کی بیٹی کو حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا پر سوکن ڈالنے کی ٹھانی تھی اور زبان رسالت پناہ سے سنا تھا کہ "اے علی رضی اللہ عنہ تم کو خبر نہیں کہ فاطمہ رضی اللہ عنہا میرا

جگر گوشہ ہے جس نے اسے ایذا دی اس نے مجھے دکھ دیا" (یہ ارشاد ملاّ باقر مجلسی کی کتاب جلاء العیون میں بھی درج ہے۔ صفحہ ۴۷ مطبوعہ ایران)

حضرت ابوسفیانؓ یہ بھی بنی امیّہ میں سے تھے۔ ان کا حال پہلے گذر چکا ہے حضورؐ نے ان کو نجران کا عامل بنایا تھا۔ دیکھو حیات القلوب مجلسی صفحہ ۵۱۷ طبع نولکشور لکھنو بار سوم جلد دوم ۱۳۳۴ھ ۱۹۱۶ء۔

حضرت عثمان ذوالنورینؓ یہ بھی ابو العاص ثابت بن امیّہ کے پوتے تھے۔ انہوں نے جتنی مسلمانوں کی جان و مال سے مدد کی ہے بہت کم صحابہؓ نے اتنی کی ہوگی حضور صلعم نے بیعت رضوان ان کی خاطر لی اور ان کے ہاتھ کو اپنا ہاتھ فرمایا۔ اپنی دو بیٹیاں رقیہؓ و ام کلثومؓ یکے بعد دیگرے ان کے عقد میں دیں (ملاحظہ ہو حیات القلوب طبع لکھنو) اور فرمایا کہ اگر میری چالیس بیٹیاں بھی ہوتیں تو میں عثمانؓ کے عقد میں دیئے جاتا۔ آپ پر اس وقت جبکہ آپ نہایت کامیابی سے بارہ سال خلیفہ رہ چکے تھے باغیوں نے مدینہ پر حملہ کیا اور بیس دن سے زیادہ آپ کے گھر کو محصور رکھا اور دانہ پانی اندر نہ پہنچنے دیا آخر اسی سالہ بوڑھے خلیفہ کو تلاوت قرآن شریف میں مشغول پاکر ۸ ذوالحجہ ۳۵ھ کو نہایت سفاکی اور بے رحمی سے شہید کر ڈالا خون آیتہ

لہ لطیفہ شیعہ حضرات جب صحابہؓ پر اعتراض کرتے ہیں تو اکثر یہ حدیث بیان کرکے ثابت کرنا چاہتے ہیں کہ فاطمہؓ حسنؓ و حسینؓ چونکہ اولادِ نبیؐ تھے اس لئے ان کو ایذا دینا نبی کریم کو ایذا دینا ہے لیکن اس وقت ان کے دل کی کیفیت کیا ہوگی جب ان کو یہ معلوم ہوگا کہ اس حدیث کے اوّل مخاطب حضرت امیرؓ تھے اور ان کے جس فعل سے حضورؐ کو ایذا پہنچی تھی وہ کیسا ہولناک تھا۔

فَسَيَكْفِيكَهُمُ اللهُ پر گرا اور حسب وعدہ خدا نے اس بیرحمی کا بدلہ لینے کے لئے
تلوار نیام سے نکالی اور مسلمانوں کے ہاتھ میں دے کر فرمایا کہ اب تک تم کفار
کے سر کاٹتے تھے اب اپنے ہاتھ سے اپنی گردنیں مارو اور ناشکری کی سزا
پاؤ۔ چنانچہ ہم آئندہ بتائیں گے کہ مسلمان کس طرح باہم لڑ کر کٹ مرے۔

حضرت ام حبیبہ ام المومنین رض یہ حضرت عثمان رض کی پھوپھی صفیہ اور حضرت معاویہ رض
کے والد ابوسفیان رض کی دختر بلند اختر تھیں۔ حضور علیہ السلام نے ان کو اپنے
نکاح میں لے لیا مہر چار ہزار دینار حضور علیہ السلام کی طرف سے نجاشی نے
ادا کیا تھا جس تخت پر رسول اللہ صلعم کو اٹھایا گیا تھا وہ بی بی ام حبیبہ رض کے
گھر میں تھا حضرت ام حبیبہ رض کی قوت ایمانیہ اور محبت رسول پاک کا کچھ اندازہ
اس واقعہ سے ہو سکتا ہے کہ جب ایک دفعہ ان کے والد حضرت ابوسفیان رض
وہ کفر کی حالت میں تھے۔ اپنی بیٹی یعنی ام حبیبہ رض سے ملنے آئے۔ حضرت ابوسفیان رض
اس وقت حاکم مکہ تھے۔ حجرہ نبوی میں بستر مبارک حضور کا بچھا تھا حضرت ابوسفیان
سیدھے ان کی طرف چلے تاکہ اس پر بیٹھیں حضرت ام حبیبہ رض نے یہ دیکھ کر فوراً
بستر لپیٹ دیا حضرت ابوسفیان نے برافروختہ ہو کر کہا بیٹی میں بادشاہ ہوں کیا
اس کپڑے پر میں بیٹھ نہیں سکتا حضرت ام حبیبہ رض نے فرمایا۔ آپ بے شک میرے
باپ ہیں لیکن یہ پاک بستر نبی کریم کا ہے۔ آپ کافر ہونے کی وجہ سے نجس ہیں
اس لئے اس مبارک بستر پر نہیں بیٹھ سکتے جب تک کہ ایمان نہ لے آئیں سبحان اللہ
یہ لوگ ہیں جن کو گالیاں دینا ثواب سمجھا جاتا ہے باغی حضرت عثمان رض کے محاصرہ
کے ایام میں ان سے بھی گستاخی سے پیش آئے تھے اور اپنی بدفطرتی کا ثبوت
دیا تھا آپ نے سنہ ۴۴ھ میں بعہد حضرت معاویہ رض انتقال فرمایا۔

عثمان بن ابو العاصؓ یہ حضرت عثمان ذوالنورین کے چچا تھے۔ ان کو حضرت رسول کریم صلعم نے طائف کا عامل مقرر کیا تھا پھر حضرت عمرؓ نے ان کو عمان اور بحرین کا حاکم مقرر کر دیا۔ آپ تو پہنچ کر شہرک ازدی سے لڑے اور اس کو قتل کیا۔ آپ نے بصرہ میں سکونت اختیار کی تھی آپ نے حضرت معاویہؓ کی خلافت میں وفات پائی۔

حضرت عتاب بن اسیدؓ یہ حضرت ابو سفیانؓ کے چچا ابو العیص کے پوتے تھے فتح مکہ کے دن مسلمان ہوئے جب حضور علیہ السلام حنین کی طرف جانے لگے تو ان کو مکہ کا حاکم بنا دیا اور یہ اسی عہدوں پر برابر حضرت ابو بکرؓ کے زمانہ تک وہاں کے حکمران رہے حتیٰ کہ دونوں نے ایک ہی وقت میں وفات پائی ان کے بیٹے عبدالرحمٰن قریش کے یعسوب کہلاتے ہیں۔ (یعسوب شہد کی مکھی کے سردار کو کہتے ہیں) یہ حضرت عائشہؓ کے ساتھ جنگ جمل میں شریک تھے اور وہیں کام آئے۔

حضرت خالد بن سعیدؓ حضرت ابو سفیانؓ کے چچا عاص کے پوتے ہیں یہ حضرت ابو بکرؓ کے ساتھ مسلمان ہوئے تھے حضور علیہ السلام نے ان کو یمن کا عامل مقرر فرمایا تھا یرموک کے جہاد میں شہید ہوئے۔

حضرت عثمان بن سعیدؓ کو رسول اللہ صلعم نے خیبر کا اور ان کے بھائی آبانؓ کو چند دستوں کا کمان افسر بنا کر بحرین کا عامل مقرر فرمایا ہوا تھا۔ یہ بات شوستری کی کتاب مجالس المومنین اور ملا باقر مجلسی کی تصنیفات سے

لہ حضرت عتاب بن اسید کے حاکم مکہ ہونے کا ذکر حیاۃ القلوب جلد دوم بار ۳ صفحہ ۵۴۷/۵۸۸ طبع لکھنو میں ہے۔

بھی ثابت ہے۔ بلکہ اضافہ کیا ہے کہ عمرو بن سعید تیمار خیبر اور عرینہ کا عامل از جانب نبی صلعم تھے۔ ان کے بھائی عبیدہ کو حضرت زبیرؓ نے اور عاص کو حضرت علیؓ نے جنگ بدر میں قتل کیا تھا۔ اس سے ثابت ہوا کہ بنی امیہ میں سے نبی و اصحاب نبی صلعم کی تلواروں سے وہی لوگ زندہ بچے جن کی قسمت میں ایمان کی سعادت مقدر تھی اب ہماری یہ حیثیت نہیں کہ جن کو نبی صلعم نے جلیل القدر عہدوں پر ممتاز کیا ان کے حق میں بدظنی و بدگوئی سے کام لیکر چھوٹا منہ بڑی بات کے مصداق بنیں۔ جن اصحاب کو نبی علیہ السلام نے مسلمانوں کی قسمتوں کا والی مقرر فرمایا۔ (زیادہ تفصیل تحفۂ شیعہ حصّہ دوم مصنّفہ نور بخش توکلی ایم اے میں دیکھ لی جائے)

ہمارا ان پر نکتہ چینی کرنا معاذ اللہ خود رسول اللہ صلی اللہ علیہ و آلہٖ وسلم پر الزام لگانا ہے۔ بھائی جنہیں سرورِ کونین نے عزت و حرمت بخشی تمہیں کیا حق حاصل ہے کہ ان کی جناب میں گستاخی سے پیش آؤ اور اپنا نامۂ عمل سیاہ کرو۔

حضور نبی علیہ السلام نے بنی ہاشم کو کیوں عامل مقرر نہ فرمایا

ناظرین یہ دیکھ کر متعجب ہوں گے کہ حضور علیہ السلام نے کل ملک پر دخل و عمل بنی امیہ کو دیدیا تھا۔ چنانچہ حضورؐ کے عاملوں کی فہرست گزشتہ اوراق میں گزر چکی ہے اب قدرتاً یہ سوال پیدا ہوتا ہے کہ جب بنو ہاشم بنو امیہ سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے زیادہ قریبی تھے تو آپ نے کیوں نہ قرابت کا لحاظ کر کے انہیں کو لوگوں کا فرماں روا بنایا؟

جواب:۔ اس کا یہ ہے کہ حضور علیہ السلام اسلام کی تبلیغ کرنے کے لئے

مبعوث ہوئے تھے جس کے زریں اصولوں میں سے ایک اصول کُلُّ مُؤْمِنٍ اِخْوَۃٌ کی تلقین بھی تھا جس کی رُو سے قومی افتخار و غرور کے تمام دعاوی ملیامیٹ ہو گئے اور تمام مسلمان بلا امتیاز نسل و رنگ بھائی بھائی بن گئے۔ اگر رسول کریم صلعم تمام مسلمانوں کو ایک آنکھ سے نہ دیکھتے اور اپنے چچوں کی اولاد کو معزز عہدوں پر فائز فرما دیتے تو مسلمانوں میں طلب آزادی و مساوات کی رُوح جو اسلام نے ان میں پیدا کی تھی مر جاتی اور وہ کبھی عراق و شام، مصر و افریقہ، روم و ایران، سپین و مراکو، ہند و افغانستان کے فاتح نہ بنتے۔ قومی غرور کو توڑنے ہی کے لئے حضورؐ نے اگر حضرت علیؓ کو تھوڑے عرصہ کے لئے یمن کا عامل بنایا تو اس جگہ کی گورنری پر حضرت معاذ بن جبل اور ابو موسیٰ اشعری کو مامور فرمایا۔ اگر حضرت جعفرؓ کو جنگ موتہ میں فوج کی کمان عطا کی تو حضرت زید بن حارثہ (اپنے آزاد کردہ غلام) کو اُن سے مقدم رکھا۔ اسی طرح حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے جب شام کو فوج بھیجنے کا ارادہ فرمایا تو قریش پر اسامہؓ بن زیدؓ کو افسر بنایا۔

بحمد اللہ آپ کے اس ارادہ کی تکمیل حضرت صدیق اکبرؓ کے ہاتھوں عمل میں آئی اور آپ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے نقشِ قدم پر چل کر حضرت اسامہؓ ہی کو سپہ سالاری دی اور خاندانی عُجب و غرور کے تمام قصروں کو منہدم فرما دیا۔ یہی مسلک حضرت فاروق اعظم کا رہا۔ اور آپ نے بھی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور صدیق اکبرؓ کی طرح بنو ہاشم کو کسی جگہ کا گورنر نہیں کیا اور صاف فرما دیا کہ بنو ہاشم کو اگر اشرف نبوت کے ساتھ حکومت بھی مل گئی تو وہ لوگوں کی گردنوں پر سوار ہو جائیں گے اور غرورِ قومی کی ہوا ان کے دماغوں میں بھر کر ان کے زوال کا باعث ہو گی (مگر ویسے بنو ہاشم سے ہمیشہ محبت اور

عزت سے پیش آتے رہے۔ ان کی بڑی بڑی تنخواہیں مقرر کیں اور ان سے امورِ مہمات میں مشورہ لیتے رہے شاید ہی کوئی معاملہ ہوتا ہو گا کہ جس میں حضرت عباسؓ حضرت علیؓ اور حضرت ابن عباسؓ وغیرہ کا دخل نہ ہو) نیز فرمایا کہ اگر کسی شخص نے اپنی قرابت داری یا دوستی کی وجہ سے کسی کو امیر یا حاکم بنایا حالانکہ ان میں اس سے بہتر مل سکتا تھا تو اس نے بیشک اللہ کی اور اللہ کے رسولؐ کی اور سب مسلمانوں کی خیانت کی۔ نیز فرمایا کہ جو شخص عصبیت کی طرف بلائے اس کی گردن مار دو۔ یہی وہ پاک اصول تھے جن پر عمل پیرا ہو کر مسلمانوں نے دن دگنی رات چوگنی ترقی کی اور کسی کے جاہ وحشم اور شان وشوکت سے مرعوب نہ ہوئے اور بڑی بڑی پُر غرور ہستیوں کا خاتمہ کر دیا۔ مگر جونہی ان اصولوں کی خلاف ورزی ہوئی مسلمان آپس میں دست و گریبان ہو گئے اور اسلامی ترقی کو ناقابل تلافی صدمہ پہنچا۔

حضرت ابو بکرؓ نے حضرت یزیدؓ بن ابو سفیانؓ کو ملک شام کی فتوحات کے بعد وہاں کا عامل مقرر فرمایا تھا۔ حضرت عمرؓ نے بھی انہیں برقرار رکھا۔ پھر جب ۱۸ھ میں وہ طاعون سے شہید ہو گئے۔ تو فاروق اعظمؓ نے ان کے بھائی حضرت معاویہؓ کو وہاں کا عامل مقرر فرمایا جہاں وہ بڑی خوبی اور خوش اسلوبی سے حکمران رہے جیسا کہ اپنے موقع پر ذکر ہو گا۔

حضرت معاویہ رضی اللہ کے ابتدائی حالات

حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ، ہجرت سے سترہ[1] سال پہلے حضرت ابو سفیانؓ بن حرب کے گھر پیدا ہوئے۔ گورے رنگ لمبے قد کے خوبصورت آدمی تھے۔

---

[1] :- تاریخ پیدائش حسب تحریر عمر ابو النصر مورخ مصری ۷ ہ ہے دیکھو معاویہ بن ابی سفیان اردو ترجمہ محمد احمد پانی پتی ص ۳۲ طبع لاہور۔

(اور ابو عبدالرحمٰن ان کی کنیت تھی) اس حساب سے وہ حضرت علیؓ سے چھ سال
چھوٹے تھے یہ حضرت جلال الدین سیوطی کے قول کے مطابق ہے مگر علامہ ابو
محمد عبداللہ بن مسلم بن قتیبہ کتاب المعارف میں ۶۰ھ میں آپ کی عمر باسٹھ برس
بتاتے ہیں اس حساب سے وہ ہجرت سے بائیس برس پہلے پیدا ہوا اور حضرت علیؓ
سے ایک برس چھوٹے ہوئے حمید بن وہب سے روایت ہے کہ ان کی والدہ ہند
کو ایک یمنی کاہن نے جس کی خبریں اکثر سچی ہوا کرتی تھیں بتایا تھا کہ تیرے شکم سے
ایک لڑکا پیدا ہوگا جو بادشاہ بنے گا۔ الغرض حضرت معاویہؓ خاندان امیہ کے
مشہور گھرانے میں پیدا ہوئے اور باپ دادا کے مذہب پر رہے جب رسول اللہ
صلی اللہ علیہ وسلم نے نبوت کا دعویٰ کیا اور قریش کو اپنی پیروی کی دعوت دی
تو حضرت معاویہؓ کے والد کو جو رئیس قریش تھے بہت ناگوار گزرا کہ یہ چھوٹا ہو کر
ہم پر حکومت کرنا چاہتا ہے چنانچہ انہوں نے مخالفت کی اور علانیہ مخالفت
کی۔ ان کی بہن ام جمیل حمالۃ الحطب حضور علیہ السلام کے علاتی چچا عبدالعزیٰ
ابولہب کی بیوی تھی وہ بھی اپنے خاوند کی طرح اپنے بھتیجے کی سخت دشمن تھی
چونکہ ان دونوں میاں بیوی کا کفر ابوجہل کی طرح ٹوٹنے والا نہ تھا اس لئے اللہ
تعالیٰ نے ان کو ان جیسے سیاہ دلوں سمیت ہلاک کر دیا مگر جن کی قسمت اچھی
تھی اور جنہوں نے اسلام و مسلمین کی خدمت کرنی تھی ان کو باقی رکھا چنانچہ ابوسفیانؓ
اپنے پانچوں بیٹوں سمیت زندہ رہے اور اسلام کو اقصائے عالم تک پہنچانے
کے لئے جو انہوں نے کوشش کی وہ ضرور عنداللہ مشکور ہوگی۔

حضرت معاویہؓ مشرف باسلام ہو کر پکے مسلمان بن گئے۔ ہم نے ان
کی نسبت کہیں نہیں پڑھا کہ اسلام لانے سے پیشتر انہوں نے مسلمانوں کے خلاف
کبھی سرگرمی سے حصہ لیا ہو اگر لیا بھی ہوگا تو اسلام لاتے ہی ان کے تمام گناہ جھڑ گئے

اور وہ بالکل پاک و صاف ہو گئے۔ حضور علیہ السلام نے آپ کو اپنا کاتب بنا لیا اور وحی و خطوط نویسی جیسا ذمہ داری کا کام ان کے سپرد فرمایا۔ پھر برابر نہایت سرگرمی سے اشاعت اسلام میں کوشاں رہے حتیٰ کہ حضرت عمرؓ نے ان کی قابلیت پر نظر کر کے ان کو شام کی گورنری پر مامور فرمایا اور یہ عہدہ کے لئے بڑے موزوں ثابت ہوئے چنانچہ آپ نے بیس برس تک نہایت خوبی اور کامیابی سے اس کے فرائض کو سرانجام دیا۔ اس سے پہلے ایک دفعہ حضرت عمرؓ نے معاویہؓ کو مکہ کا حاکم مقرر فرمایا اس وقت ان کے والدین نے جو نصیحت کی وہ سننے کے لائق ہے۔

ماں کی نصیحت بیٹا اگرچہ تجھ سا آزاد آج تک کسی ماں نے نہیں جنا مگر تجھ کو حضرت عمرؓ کی مرضی کے موافق کام کرنا لازم ہے خواہ ان کا حکم تجھے اچھا لگے یا برا۔

باپ کی نصیحت بیٹا یہ مہاجرین قبول اسلام میں سبقت کرنے کی وجہ سے ہم سے آگے بڑھ گئے اور ہم دیر لگانے کی وجہ سے پیچھے رہ کر ان کے محکوم بنے اب انہوں نے تجھ کو ایک بڑا کام سپرد کیا ہے تجھ کو کبھی ان کی خلاف رائے کام نہیں کرنا چاہیئے یہی اطاعت تمہیں ایک دن ان کے مقام تک پہنچا دے گی۔

حضرت معاویہؓ اور احادیث نبوی علیہ السلام!

یہ پہلے بیان ہو چکا ہے کہ آپ حضور علیہ السلام کے کاتب تھے۔ حدیث کی کتابوں میں آپ سے ایک سو تریسٹھ حدیثیں مروی ہیں جن کو بعد میں ابن عمرؓ ابن زبیرؓ وغیرہ صحابہؓ اور حمید بن عبدالرحمٰن وغیرہ تابعین نے روایت کیا ہے۔

آپ کی فضیلت میں بھی بہت سی حدیثیں مشہور ہیں۔ ترمذی نے احادیث حسن کی ذیل میں لکھا ہے کہ رسول اللہ صلعم نے امیر معاویہؓ کی نسبت فرمایا کہ الٰہی معاویہؓ کو

ہدایت کرنے والا اور ہدایت پانے والا کردے" جس شخص کی ہدایت کے لئے رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم دعا مانگیں کیا اس کے ہدایت پانے میں بھی کوئی شک و شبہ ہو سکتا ہے؟ نیز امام احمد نے اپنے مسند میں لکھا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ الٰہی معاویہؓ کو کتاب و حساب سکھا اور عذاب سے بچا۔ اس حدیث کو پڑھ کر حضرت معاویہؓ کے مبغض مفرط اور حضرت علیؓ کے محب مفرط حجرہ نشین بسیرانؑ کے باشی خواجہ حسن نظامی دہلوی کے قلم سے بھی بے ساختہ نکل ہی گیا کہ یقین ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ارشاد کے موافق خدا تعالیٰ ان کو عذاب سے نجات دے گا۔ مگر ساتھ ہی یہ ٹانک دیا کہ" ان کی نجات اعمال کے سبب سے نہیں محض اس دعا کے طفیل ہوگی" بہر حال نجات مقصود ہے خواہ کسی ذریعہ سے ہو مگر اُمت محمدیہ میں سے کون ہوگا جس کو اپنے اعمال حسنہ کے گھمنڈ پر نجات کا اعتبار ہو بلکہ ہر مسلمان خدا کے فضل اور شفاعت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر ہی آسرا رکھتا ہے ہاں خواجہ صاحب موصوف کو اپنے نیک اعمال پر ناز ہو گا جبھی تو حضرت نبی کریم صلعم کے کاتب وحی پر زبان سب و شتم دراز کرتے نہیں شرماتے مگر وہ یاد رکھیں۔ ؎

کہ ہر کہ بے ہنر افتد نظر بعیب کند!

حضرت معاویہؓ کہتے ہیں کہ مجھے خلافت کی اس وقت سے اُمید تھی جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے مجھے ارشاد فرمایا تھا کہ "یا معاویہ اِذَا مَلَکْتَ فَاَحْسِنْ" یعنی اے معاویہؓ جب تو بادشاہ بنے تو لوگوں سے نیک سلوک کرنا۔ اس ارشاد مصطفوی کو حضرت معاویہؓ نے دل میں جگہ دی اور جن کے وہ بادشاہ ہوئے ان سے ایسے حسن سلوک سے پیش آئے کہ کل رعیت اور سپاہ کے لوگ آپکے غلام اور جانثار بن گئے اور حضرت علیؓ کو آرزو پیدا ہوئی کہ کاش مجھے بھی ایسے

جانثار ملتے اور بے وفا شیعان کوفہ سے سابقہ نہ پڑتا۔ جیسا کہ نہج البلاغہ میں ہے

حضرت معاویہؓ کا حلم اور قابلیت

آپ اعلیٰ درجہ کے حلیم اور خلیق تھے آپ کا حلم ضرب المثل ہو گیا تھا چنانچہ ابو بکر بن عاص ستے ان کے حلم پر ایک مستقل کتاب تصنیف کی ہے۔ الفضل ما شہدت بہ الاعداء۔ ہم ان کے اوصاف خواجہ حسن نظامی کے یزید نامہ سے نقل کرتے ہیں۔

(۱) لوگ ان کے حلم کی مثال دیا کرتے تھے کہ یہ تو ایسا بردبار ہے۔ جیسا معاویہؓ

(۲) کسی آدمی نے معاویہؓ سے کہا خدا کی قسم اے معاویہؓ ہم تم کو ذرا سی دیر میں سیدھا کر دیں گے۔ معاویہؓ نے بہت نرمی سے پوچھا کس چیز سے سیدھا کرو گے اس شخص نے تیز ہو کر جواب دیا لکڑی سے مار مار کر معاویہؓ بولے پھر تو بیشک مجھ کو سیدھا کر دو گے۔

(۳) ابن ابی الدنیا اور ابن عساکر نے جبلہ ابن سحیم سے روایت کی ہے۔ وہ کہتے ہیں کہ میں ایک دن معاویہؓ کے پاس گیا ان کی خلافت کے زمانہ میں تو کیا دیکھتا ہوں کہ ان کے گلے میں رسی بندھی ہوئی ہے اور ایک بچہ اس کو کھینچ رہا ہے۔ میں نے کہا اے امیر المومنین آپ اس کو برداشت کر رہے ہیں وہ بولے خاموش میں نے رسول اللہ صلعم سے سنا ہے فرماتے تھے جس کو خدا بچہ دے تو اس کو چاہیئے کہ اس کی دل جوئی کرے۔

(۴) شعبی سے روایت ہے کہ ایک دن کوئی قریشی نوجوان معاویہؓ کے پاس گیا اور گستاخانہ بات چیت کرنے لگا۔ معاویہؓ بولے دیکھ بھائی میں تجھ کو بادشاہ کے سامنے ایسی گفتگو کرنے سے منع کرتا ہوں کیونکہ بادشاہ کا غصہ بچوں کا سا ہوتا ہے اور گرفت شیر کی سی۔

(۵) اہل عرب کا مقولہ تھا کہ ہمارے میں چار آدمی سب سے زیادہ عاقل و مدبر ہیں اور چار سب سے زیادہ عادل و منصف. عقل و تدبیر میں. معاویہؓ. عمر بن عاصؓ مغیرہ ابن شعبہؓ، زیاد بن ابی سفیان اور قوت بجی و منصفی میں حضرت عمرؓ حضرت علی ابن مسعودؓ اور زید بن ثابتؓ۔

(۶) معاویہؓ نے ایک دن کہا اگر میرے اور خلقت کے درمیان ایک بال بھی باقی رہے گا تب بھی میں اس کے اور اپنے تعلق کو ٹوٹنے سے بچالوں گا پوچھا گیا ایسی نازک حالت میں آپ کیونکر تعلقات کو قائم رکھ سکیں گے جواب دیا اس طرح کہ جب خلقت بال کو کھینچے گی تاکہ تعلق ٹوٹ جائے تو میں بال میں ڈھیل دے دوں گا۔ اور جب خلقت بال میں ڈھیل دے گی اور میرے رشتہ سے دور ہو جانا چاہے گی تو میں بال کو کھینچ کر ان کے قریب ہو جاؤں گا۔

(۷) زیاد بن ابی سفیان کا بیان ہے کہ ایک دفعہ میں نے اپنے کسی ماتحت پر خراج کے معاملہ میں سختی کی اس نے معاویہؓ تک شکایت پہنچائی میں نے معاویہؓ کو لکھا کہ آپ اس معاملہ میں دخل نہ دیجئے گا ورنہ میرے انتظام میں خلل پڑے گا اور اس کا اثر آپ کی سلطنت پر بھی ہوگا کیونکہ میں آپ ہی کا اہلکار ہوں۔

معاویہؓ نے جواب دیا سیاست کا کام یونہی چلا کرتا ہے کہ ایک شخص سختی کرتا ہے اور دوسرا نرمی۔ اس طرح وزن برابر ہو جاتا ہے۔ اگر برابر نرمی ہو تو حکومت میں فرق پڑ جاتا ہے۔

(۸) حضرت ابن عباسؓ سے معاویہؓ کے اوصاف پوچھے گئے تو انہوں نے فرمایا ان کا حلم غصہ کے لئے وبال جان تھا۔ ان کی سخاوت زبانوں کا قفل تھی۔ ان کو دلوں کا جوڑنا خوب آتا تھا۔ اور یہی وجہ ان کی حکومت کے استحکام کی تھی۔

(۹) ایک دن معاویہؓ نے عمرو بن العاصؓ سے کہا کہ علیؓ کے مقابلہ میں میری کامیابی

کی چار وجوہات ہیں ۔

(ا) میں اپنے راز کو مخفی رکھتا تھا اور علیؓ سب باتیں لوگوں پر ظاہر کر دیتے تھے ۔

(ب) میرے پاس فوج تھی اور علیؓ کے پاس نافرمان ۔

(ج) جنگ جمل میں میں نے حصّہ نہ لیا ۔

(د) میں قریش میں مقبول تھا اور علیؓ سے لوگ ناراض تھے ۔

(۱۰) معاویہؓ تحمل اور انتظار کی پالیسی میں بڑے مدبر اور موقع شناس تھے ۔

(۱۱) حضرت عمرؓ جس کو کسی صوبہ کا گورنر مقرر فرماتے تھے تو ان سے سادگی سے زندگی بسر کرنے کا اقرار لے لیا کرتے تھے ۔ جب آپ شام کی طرف تشریف لے گئے تو حضرت معاویہؓ کی شان وشوکت دیکھی تو ان کی طرف سے منہ پھیر لیا ۔ معاویہؓ خاموش ہو کر پیچھے پیچھے چلنے لگے ۔ عبدالرحمٰن بن عوفؓ نے عرض کیا کہ یا امیرالمومنینؓ اس بیدل کی طرف بھی توجہ فرمائیں ۔ حضرت عمرؓ نے فرمایا اے معاویہؓ تیرے دروازہ پر دربان اور پہرہ دار کیوں ہیں اور تو نے یہ شاہانہ ٹھاٹھ کیوں بنا رکھا ہے؟ فریادی لوگ تیرے پاس کیونکر آسکیں گے؟ آپ نے عرض کیا اس ملک میں دشمنوں کے جاسوس ہر وقت موجود رہتے ہیں ۔ اگر یہ شان وشوکت کا اظہار نہ ہو تو اسلامی رعب ان کے دلوں سے اٹھ جائے اگر آنجناب اس کے خلاف حکم دیں گے تو میں فوراً اطاعت کروں گا اور ان لوازمات کو دور کر دوں گا ۔ حضرت عمرؓ نے فرمایا اگر تیرا یہ بیان درست ہے تو تو بڑا عاقل حاکم ہے اور اگر غلط ہے تو تو بڑا فریبی ادیب ہے ۔ میں نہ اس اسے منع کر سکتا ہوں نہ اس کا حکم دے سکتا ہوں ۔

حضرت معاویہؓ اور اولاد ابوطالب کے تعلقات

فتح مکہ سے پیشتر حضرت معاویہؓ اور آل واصحاب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم

میں جو دشمنی تھی وہ دین کے اختلاف کی وجہ سے تھی ورنہ فریقین ایک ہی دادا کی اولاد تھے اور ان میں کوئی خاندانی مغائرت نہ تھی مگر جب دونوں کا مذہب ایک ہو گیا تو پھر دینی اختلاف کا سوال اٹھ گیا اور قومی اور ذاتی نفع و نقصان کا جھگڑا درمیان آنے لگا چنانچہ جب حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا وصال ہو گیا تو ابو سفیانؓ بن حرب نے بوجہ قرابت کے حضرت عباسؓ نے زبیرؓ کے ساتھ جو حضرت علیؓ کے پھوپھی زاد بھائی تھے حضرت علیؓ کو بیعت لینے کے لئے ابھارا مگر آپ نے نہایت دانائی سے کام لے کر ان کو جھاڑ بتائی اور اپنی خلافت کی تجویز کو قبل از وقت بتایا (دیکھو صفحہ ۲۰ نہج البلاغۃ) اور بالآخر سب بنو ہاشم اور بنو امیہ نے حضرت صدیق اکبرؓ کی بیعت کر لی حضرت عثمانؓ کے عہد میں جب تک ابن سبا بانی مذہب رفض کا فتنہ نہ اٹھا ہر دو خاندان کے افراد شیر و شکر رہے اور ہر ایک اپنی ہمت کے مطابق اسلام کی خدمت کرتا رہا مگر جب خلیفہ ثالث حضرت عثمانؓ نہایت بے رحمی سے حضرت علیؓ کے ہوتے ہوئے مصری، کوفی اور بصری باغیوں کے ہاتھوں شہید کر دیئے گئے اور انہی باغیوں نے اپنی جان بچانے کے لئے حضرت عائشہؓ اور حضرت زبیرؓ وغیرہ سے جو مکہ کو برائے حج تشریف لے گئے ہوئے تھے یہ جھوٹی بات بنا کر بیان کر دی کہ حضرت ذوالنورینؓ حضرت علیؓ کی سازش سے قتل ہوئے اور ایسا ہی دمشق میں جا کر حضرت معاویہؓ کو جا کر انگیختہ کیا تو تعلقات میں کشیدگی واقع ہو گئی اور اس میں کسی کا قصور نہ تھا۔ دشمنانِ اسلام فرقہ سبائیہ کے مفسدوں کی منصوبہ بازیوں نے مسلمانوں کو ایک دوسرے سے لڑا دیا۔ ان دشمنانِ دین نے خود ہی حضرت عثمانؓ کے باحرمت خون سے ہاتھ رنگے اور پھر سارا الزام حضرت علیؓ کے سر منسوب دیا حالانکہ وہ اس سے بری تھے حضرت معاویہؓ حضرت عثمانؓ کی طرف سے تمام ملک شام کے والی تھے اور رشتہ میں بھی جو ان کو قرابت حاصل تھی وہ بھی حضرت علیؓ کو نہ تھی اس

لئے انہوں نے اس وقت تک بیعت کرنے سے انکار کر دیا جب تک کہ حضرت علیؓ حضرت ذوالنورینؓ کے قاتلوں کو سزا نہ دیں۔ حضرت علیؓ ایسے وقت میں جبکہ باغیوں کا زور تھا قاتلوں سے انتقام لینے میں جلدی کرنا خلافِ مصلحت سمجھتے تھے اور طاقت اور وقت کا انتظار کرتے تھے۔ مگر حضرت معاویہؓ۔ حضرت زبیرؓ حضرت طلحہؓ اور ام المومنین حضرت عائشہ صدیقہؓ اس تاخیر کو باغیوں کے ساتھ رعایت کئے جانے کا مترادف سمجھے اور بات بڑھتے بڑھتے یہاں تک بڑھی کہ باہمی جدال و قتال تک نوبت پہنچ گئی اور جنگ جمل و جنگ صفین میں جو حضرت علیؓ کے آدمیوں اور کلمہ گوؤں کے درمیان واقع ہوئی اسی ہزار مسلمان خاک و خون میں تڑپتے نظر آئے اور میں یہ کہوں گا کہ مسلمانوں کو حضرت عثمانؓ جیسے حلیم کامل الحیاء والایمان خلیفہ کی قدر نہ کرنے اور مفسدوں کے ہتھے چڑھنے کی سزا ملی اور ان کا شیرازۂ قومی ایسا پراگندہ ہوا کہ قیامت تک پھر قائم نہ ہوگا۔

الغرض ان خانہ جنگیوں کے بعد جن کو بھائیوں میں سر پھٹول سے زیادہ وقعت نہیں دینی چاہیئے صلح ہوگئی اور حضرت علیؓ نے حضرت معاویہؓ کو نصف مملکت اسلامی کا خود مختار بادشاہ تسلیم کر لیا اس فیصلہ سے حضرت علیؓ کے شیعوں میں سے ایک کثیر التعداد گروہ مخالف ہو گیا اور مخالفت میں یہاں تک بڑھا کہ آپ کو معاذاللہ کافر بتانے لگ گیا اور اپنے دعوے کی دلیل یہ لایا کہ اگر حضرت علیؓ خلیفہ برحق تھے تو ان کو مخالفین سے دب کر صلح نہ کرنی چاہیئے تھی بلکہ فتح پا کر ان کا مال و اسباب لوٹنا اور ان کے زن و مرد کو لونڈی غلام بنانا چاہیئے تھا مگر چونکہ انہوں نے ایسا نہیں کیا بلکہ ان سے صلح کر لی اور اعلان کر دیا[1] "ہمارا اور ان کا ایک ہی

---

[1] جیسا کہ نہج البلاغۃ میں ہے۔

دین ہے ایک ہی مقصد و مدعا ہے اور ہم کو ان پر کوئی شرف و فضل حاصل نہیں جھگڑا فقط خونِ عثمان پر پیدا ہو گیا کوئی مذہبی جنگ نہ تھی۔" تو ثابت ہو گیا کہ حضرت علیؓ نے ہزار ہا مسلمانوں کو بے گناہ قتل کیا لہٰذا وہ کافر ہیں (معاذ اللہ) یہ گروہ بڑے دیوانے مسلمانوں کا تھا جو لاحکم الا اللہ (حکم اللہ ہی کا ہے) کا نعرہ لگاتا پھرتا تھا اور اپنے ہم خیالوں کے سوا دوسرے سب مسلمانوں کو کافر جان کر نقصان پہنچانے لگ گیا تھا اس لئے حضرت علیؓ کو ان کے خلاف بھی لڑائی لڑنی پڑی اور جنگ نہروان میں ان کو تلوار کے گھاٹ اتار دیا بلکہ قریباً نابود کر دیا مگر کوئی کسی کو تخم سوخت کیسے کر سکتا ہے۔ یہ فرقہ جو خارجی فرقہ کہلاتا ہے قائم رہا علانیہ لڑنے کی تو ان میں ہمت نہ رہی تھی۔ اب انہوں نے خفیہ طور پر حضرت علیؓ۔ حضرت معاویہؓ رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور حضرت عمرو بن عاص کو جو ان کی نظروں میں تمام مسلمانوں کی خونریزی کے ذمہ دار تھے قتل کرنے کی سازش کی اور تین اشخاص اس مہم کو سرانجام دینے کے لئے روانہ ہوئے۔ باقی دو تو اپنے مقصد میں ناکام رہے مگر قاتلِ علیؓ کامیاب ہو گیا۔

اس کا نام عبدالرحمٰن ابن ملجم تھا۔ جب حضرت علیؓ کے خون کے قصاص میں (خلافِ وصیت شیرِ خدا) ان کے وارثوں نے حضرت امام حسنؓ کے منع کرنے کے باوجود اس کے ہاتھ پاؤں کاٹ ڈالے اور آنکھیں بھی پھوڑ ڈالیں تو اس ظالم صابر نے اُف تک نہ کی مگر جب زبان کاٹنے لگے تو چلا چلا کر رونے لگا اور وجہ گریہ کی یہ بتائی کہ اب میری زبان مرنے سے پہلے ہی ذکرِ رحمٰن سے رک جائے گی۔ اُف کیسا سنگدل آدمی تھا کہ حضرت علیؓ جیسے جلیل القدر انسان کو قتل کر دینا بھی کارِ ثواب سمجھتا تھا اور اپنے کئے پر مطلق پشیمان نہ تھا۔

ہمارا مطلب اس بیان سے یہ ہے کہ حضرت علیؓ کے اپنے شیعہ ہی جن پر

اعتبار کرنے میں آپ کو دھوکا ہوا آپ کے وفادار نہ تھے اور وہی آپ کی ناکامیوں کا باعث ہوئے چنانچہ، نہج البلاغت میں کئی جگہ ان کی بے وفائی کا رونا رویا گیا ہے اور حضرت معاویہ کی رعیت اور سپاہ کی تعریف کی گئی ہے چنانچہ صفحہ ۱۳۱ پر مرقوم ہے کہ خدا کی قسم تمہارے (یعنی شیعانِ کوفہ کے) افعال سے بیزار ہو کر میں اس بات کو درست رکھتا ہوں کہ معاویہ اس طریقہ سے تمہارا معاوضہ کرلے کہ دینار (پانچ روپے) کے عوض درہم (۴ آنہ) مجھے میسر ہو اور دس نفر تم میں سے لے لے اور فقط ایک مرد شامی میرے حوالے کر دے۔

رسولِ خدا صلعم کی حدیث صحیحین میں مروی ہے کہ تمہارے بہتر حاکم وہ ہیں کہ تم ان سے محبت رکھو اور وہ تم سے محبت رکھیں تم ان کے لئے دعا کرو اور وہ تمہارے لئے دعا کریں۔ اور تمہارے بدتر حاکم وہ ہیں کہ تم ان سے بغض رکھو اور وہ تم سے بغض رکھیں۔ اور نہ تم ان پر لعنت بھیجو اور وہ تم پر لعنت بھیجیں"

اس حدیث کی رُو سے اور حضرت علیؓ کے اقوال سے ثابت ہوا کہ حضرت معاویہؓ بہترین حاکموں میں سے تھے حضرت علیؓ کے شیعے بڑے بے وفا تھے ان کی شامیوں کے مقابلہ میں وہی نسبت تھی جو چونی کو دینار سے ہوتی ہے یعنی ۱/۲۰ پس اگر حضرت معاویہؓ کے مقابلہ میں اپنے حق کو قائم نہ کر سکے تو اس میں قابل الزام شیعہ ہیں نہ کہ شامی۔ ہمیں شیعہ بھائیوں پر بڑا افسوس ہے کہ وہ مونچھوں والے قصوردار کو تو نہیں پوچھتے اور داڑھی والے بے گناہ کو جا پکڑتے ہیں یہ حکمتِ عملی ابن سبا کے وقت سے چلتی آتی ہے کہ خود ہی قتل کیا اور خود ہی مخبر بن کر دوسروں میں چلوا دی۔

حضرت معاویہؓ اور حضرت علیؓ میں جو چپقلش ہو گئی وہ محض خونِ عثمانؓ کے متعلق باہمی غلط فہمیوں کی وجہ سے تھی اور یہ غلط فہمیاں بھی سبائی فرقہ نے پھیلائی

تھیں اس سے کسی کے دین و ایمان پر حرف نہیں آتا چنانچہ خود حضرت علی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں۔

"ہماری اس لڑائی کی ابتدا جو اہل شام کے ساتھ واقع ہوئی کیا تھی؟ حالانکہ یہ بات ظاہر ہے کہ ہمارا اور ان کا خدا ایک ہے۔ رسول ایک ہے۔ دعوت اسلام ایک ہے (جیسے وہ اسلام کی طرف لوگوں کو بلاتے ہیں ویسے ہم بھی) ہم خدا پر ایمان لانے اس کے رسول کی تصدیق کرنے میں ان پر کسی فضیلت کے خواہاں نہیں۔ نہ وہ ہم پر فضل و زیادتی کے طلب گار ہیں۔ ہماری حالتیں بالکل یکساں ہیں مگر وہ ابتدا یہ ہوئی کہ خونِ عثمان رضی اللہ عنہ میں اختلاف پیدا ہو گیا حالانکہ ہم اس سے بری تھے" (نہج البلاغت صفحہ ۷۴۹)

کیسے افسوس کی بات ہے کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ جن کو اپنے جیسا ایماندار بتائیں آج حضرت علی رضی اللہ عنہ کے برائے نام شیعے انہی کو خارج از ایمان ٹھہرائیں کیا اس سے وہ حضرت علی رضی اللہ عنہ کے ایمان پر حملہ نہیں کرتے؟

ایک دفعہ ایک عیسائی بادشاہ نے حضرت علی رضی اللہ عنہ کے ملک پر حملہ کرنے کا ارادہ کیا حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ نے کہلا بھیجا کہ

"خبردار ہمارا باہمی جھگڑا تمہیں دھوکے میں نہ ڈالے اگر تم نے علی رضی اللہ عنہ کی طرف رُخ کیا تو پہلا شخص جو ان کی طرف سے تیرے خلاف میدانِ قتال میں اترے گا وہ معاویہ رضی اللہ عنہ ہوگا۔"

اس سے ثابت ہوا کہ گو ان کے باہمی تعلقات کشیدہ ہو گئے تھے مگر وہ کبھی گوارا نہیں کرتے تھے کہ کوئی نامسلم ان کی نااتفاقی سے فائدہ اٹھا کر مسلمانوں کو نقصان پہنچائے اب ہم ہیں بعض لوگ کہلاتے تو مومن ہیں مگر جہاں موقع ملتا ہے مسلمانوں کے خلاف سازش میں شریک ہو جاتے ہیں۔ اور زبانِ طعن حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ پر

دراز کرتے نہیں شرماتے ہے

خدا کی شان تو دیکھو کہ کلچڑی گنجی ؎ بروئے بلبل بستاں کرے نواسنجی

حضرت علیؓ نے مملکت اسلامیہ میں حضرت معاویہؓ کو شریک کر کے صلح کرلی اور پھر کسی قسم کی شکر رنجی وقوع میں نہیں آئی بلکہ آپ نے حضرت معاویہؓ کے بھائی زیاد کو فارس کا گورنر مقرر کر دیا۔ حضرت علیؓ کے سگے بھائی عقیلؓ بھی حضرت معاویہؓ کے پاس رہے تھے اور ان کے پاس ہی بڑے آرام سے زندگی بسر کر کے فوت ہوئے (دیکھو مجالس المومنین) جب حضرت علیؓ فوت ہو گئے تو حضرت حسنؓ اپنے والد بزرگوار کی جگہ جانشین ہوئے اور جب دیکھا کہ بموجب ارشاد نبوی خلافت راشدہ کے تیس سال پورے ہو گئے اور اب بادشاہت کا دور شروع ہوا تو آپ نے ربیع الاول ۴۱ھ کو حضرت معاویہؓ سے معقول وظیفہ لے کر صلح کرلی اور یہ صلح مسلمانوں کو خونریزی سے بچانے کے لئے کی نہ کہ دب کر اگر آپ چاہتے تو حضرت معاویہؓ سے لڑ سکتے تھے آپ کے پاس چالیس ہزار فوج لڑنے مرنے کو تیار تھی مگر آپ نے الصلح خیر پر عمل کیا اور مسلمانوں کو قتل و قتال سے بچا لیا۔ فجزاہ اللہ احسن الجزاء حضرت رسول اللہ صلعم کی یہ پیش گوئی پوری ہو گئی کہ میرا یہ فرزند (امام حسنؓ) مسلمانوں کے دو بزرگ گروہوں میں صلح کرا دے گا نصف سلطنت حضرت علیؓ نے حضرت معاویہؓ کو دے دی تھی اور باقی نصف بھی حضرت امام حسنؓ نے آپ کے سپرد کر دی اور خود کوفیان بے وفا سے پیچھا چھڑا کر پھر مدینہ منورہ میں (جہاں سے نکل کر حضرت علیؓ نے تمام عمر چین نہ پایا تھا) تشریف لے آئے اور عمر کے باقی نو سال بڑے آرام و اطمینان سے بسر کئے حضرت معاویہؓ لاکھوں روپے سالانہ بھیج دیتے تھے اور آپ دل کھول کر خرچ کرتے تھے جب حضرت حسنؓ صفر ۵۰ھ میں فوت ہو گئے تو حضرت معاویہؓ امام حسینؓ کی بھی بدستور امداد کرتے

رہے کبھی خصومت کا موقع پیش نہ آیا حتیٰ کہ ۲۲ رجب ۶۰ھ کو بمقام دمشق حضرت معاویہ کا انتقال ہوگیا اور پھر سابقہ ان کے جانشین یزید سے آپڑا جو ایک علیحدہ بحث ہے۔ بہر حال جہاں تک حضرت معاویہؓ اور اولادِ ابو طالب کا تعلق ہے ان میں اسلام لانے کے بعد سوائے ایک جنگ صفین کے اور کوئی لڑائی نہیں ہوئی اور ان کے تعلقات ہمیشہ برادرانہ رہے ابو طالب کی اولاد نے معلوم کر لیا تھا۔ (جیسا کہ حضرت علیؓ کا قول نقل ہو چکا ہے) کہ بنو عبدالشمس بڑے صاحب تدبیر اور عالی رائے ہیں اس لئے حکومت کا بار جو انہوں نے پانچ چھ سال بمشکل اٹھایا اور کچھ آرام نہ پایا نہایت دریا دلی اور قدر شناسی سے حضرت معاویہؓ کی گردن پر رکھ دیا ؎

آسمان بار امانت توانست کشید
قرعہ فال بنام من دیوانہ زدند

اور یہ بوجھ جس قابلیت سے انہوں نے اٹھایا تاریخ گواہ ہے :-

"حضرت معاویہؓ کے بست سالہ ولایت اور بست سالہ عہد خلافت میں ان کی سلطنت میں کوئی فتنہ نہیں اٹھا اور تمام مخالف مغلوب رہے بلکہ اسلامی سلطنت میں سجستان سوڈان اور برقہ کا اضافہ ہوا فالحمد اللہ علیٰ ذالک ۔"

ابو خالد یزید کی ولیعہدی

یزید ۲۵ھ میں پیدا ہوا۔ بڑا خوبرو۔ نوجوان تھا جب وہ ۲۵ سال کا ہوا تو اس کے والد حضرت معاویہؓ نے اس کو حضرت ابوایوب انصاری (رسول اللہ صلعم کے مشہور اصحابی) کی معیت میں قسطنطنیہ پر حملہ کرنے کے لئے سالار فوج بنا کر بھیجا اور وہ اس سعادت سے بہرہ اندوز ہوا جو حضور علیہ السلام

کی اس حدیث سے ثابت ہے۔ اوّل الجیش الغزو القسطنطنیۃ مغفور لہم (صحیح بخاری) یعنی وہ لشکر بخشا بخشایا ہے جو سب سے پہلے قسطنطنیہ پہنچ کر جنگ کرے گا۔ بعض علماء نے بیان کیا ہے کہ یزید نے محض اس حدیث کو مدِ نظر رکھ کر قسطنطنیہ پر چڑھائی کی تھی۔ دوران محاصرہ میں حضرت ابوایوب انصاری رضی فوت ہو گئے اور وہیں دفن کیے گئے مخالف بادشاہ نے کہلا بھیجا کہ تم نے بے خوف ہو کر اتنے بڑے آدمی کو میرے شہر کے سامنے دفن کر دیا ہے جب تم چلے جاؤ گے تو میں لاش نکال کر کتوں کے آگے ڈال دوں گا۔ یزید نے جواب دیا کہ تمہیں معلوم ہونا چاہیے کہ یہ بزرگ ہمارے رسول اللہ صلعم صلی اللہ علیہ وسلم کے بڑے جلیل القدر صحابہؓ میں سے ہیں۔ اگر تم نے ذرا بھی ان کے مزار کی بے حرمتی کی تو یاد رکھو کہ ہم اپنی وسیع سلطنت کے سب عیسائی باشندوں کو قتل کر دیں گے اور ہر گرجا کو بیخ و بُن سے اکھاڑ پھینکیں گے۔ یہ تہدیدی پیغام سن کر عیسائی بادشاہ کانپ گیا اور نہایت لجاجت سے کہلا بھیجا کہ میں اس بزرگ کے مزار کی عزت و حرمت کروں گا اور اس کی حفاظت کے لئے اس پر گنبد بنوا دوں گا۔ چنانچہ اس نے ایسا ہی کیا (یزید نامہ) اب تک قسطنطنیہ میں اس مزار پر سلاطین کے سر عقیدت خم ہوتے ہیں اور کوئی ترک سلطان تخت نشین نہیں ہو سکتا جب تک کہ حضرت ابوایوبؓ کی درگاہ میں حاضر ہو کر شاہی تلوار حمائل نہ کرے۔

"یزید میں ہر طرح مہماتِ سلطنت کو سرانجام دینے کی قابلیت ملاحظہ کر کے اپنے مشیروں کے مشورہ سے حضرت معاویہؓ نے اس کو اپنا ولی عہد نامزد کر دیا اور دعا کی کہ یا اللہ میں یزید کو اس کی لیاقت کی وجہ سے ولی عہد کرتا ہوں تو مجھ کو میری امید میں کامیاب کر اور میری مدد فرما اور اگر اس فعل پر میں محض بوجہ شفقت پدری مائل

ہوں اور وہ قابل خلافت نہ ہو تو قبل اس کے کہ وہ تخت نشین ہو
اس کی جان قبض کرلے۔"

یہ ولی عہدی بعض صحابہؓ کو ناگوار گزری کیونکہ یہ فعل حضرت ابوبکر صدیقؓ اور حضرت عمرؓ کے مسلک کے خلاف معلوم ہوا مگر تقدیر الٰہی یہی تھی کہ یزید مسلمانوں کا والی امر ہوا لہٰذا کسی مخالف کی پیش نہ چلی اور وہ رجب ۶۰ھ میں باپ کے مرنے کے بعد خلیفہ ہو گیا۔

آہ یزید! تو ہر طرح جہانداری اور جہانبانی کے لائق تھا مسلمان تھا۔ جہاد کرتا تھا۔ رعایا پر حدود شرعی نافذ کرتا تھا۔ کاش تیرے عہد میں واقعہ کربلا وقوع پذیر نہ ہوتا اور تیری تمام خوبیاں گاؤخورد نہ ہوتیں۔

حضرت معاویہؓ اور حضرت عبداللہ بن زبیرؓ کی گفتگو

حضرت عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہ ان چند لوگوں میں سے تھے جنہوں نے حضرت معاویہؓ کی وفات کے بعد یزید کی بیعت سے انکار کیا اور مدینہ منورہ سے مکہ معظمہ تشریف لے آئے یزید کی زندگی میں انہوں نے اپنے لئے کسی سے بیعت نہ لی۔ جب یزید مرگیا تو انہوں نے ۶۴ھ میں بیعت لے کر حجاز۔ یمن۔ عراق اور خراسان پر قبضہ کر لیا اور جب معاویہؓ بن یزید نے تخت چھوڑ دیا تو اہل شام و مصر نے بھی ان کی بیعت کر لی۔ مگر مروان بن الحکم نے پھر شام و مصر پر بنی امیہ کا تسلط قائم کر دیا اور اپنا ولی عہد اپنے بیٹے عبدالملک کو بنایا جس نے ۷۳ھ میں ابن زبیرؓ پر فتح پائی اور پھر اموی خاندان کے اقبال کا ستارہ چمک اٹھا یہی عبداللہ ایک دفعہ حضرت حسینؓ کے ہمراہ حضرت معاویہؓ کے پاس گئے

حضرت معاویہؓ جانتے تھے کہ عبداللہ کے دل میں حکومت کی خواہش ہے آپ نے حضرت حسینؓ کو تخت پر جگہ دی اور فرمایا کہ ابن زبیرؓ کو ہمارے خاندان بنی عبد مناف سے بڑا حسد ہے حضرت عبداللہؓ نے اس کے جواب میں کہا کہ میرے والد حضرت زبیرؓ تمہارے والد ابوسفیانؓ سے افضل تھے کیونکہ انہوں نے ان سے پہلے اسلام قبول کیا اسی طرح میری والدہ اسماءؓ تمہاری ماں ہندہ سے فضیلت رکھتی ہیں کیونکہ انہوں نے وقت ہجرت اپنا کمر بند پھاڑ کر رسول اللہ صلعم کا اسباب باندھا اور غار میں کھانا پہنچاتی رہیں اور تمہاری ماں نے غزوہ اُحد میں حضرت حمزہ کا کلیجہ نکال کر چباڈالا میرے نانا صدیق اکبرؓ رسول اللہ کے یار غار تھے اور تمہارے نانا ان سے بدر میں لڑنے آئے تھے۔ میری خالہ حضرت عائشہ صدیقہؓ اور میرے والد کی پھوپھی حضرت خدیجہؓ ازواج نبی علیہ السلام ہیں۔ اور تمہاری پھوپھی کا خطاب حمالۃ الحطب ہے جو تمہارے پھوپھا (ابولہب) سمیت دوزخ کا ایندھن بنے گی۔ علاوہ ازیں میرا نام بھی تم سے اچھا ہے۔

ہم پہلے بیان کر چکے ہیں کہ حضرت معاویہؓ اعلے درجے کے حلیم اور خلیق تھے یہ انہی کا حوصلہ تھا کہ شاہنشاہ وقت ہو کر اپنے بزرگوں کے متعلق ایسے کلمات سنیں اور درگزر کر جائیں ایک دفعہ ان کو ابن ابوبکرؓ، ابن عمرؓ اور ابن زبیرؓ نے بیعت یزید کے متعلق سخت جواب دیئے تھے جن کو سن کر ان کے وفادار اہل شام بھڑک اٹھے تھے اور کہا تھا کہ اگر وہ بیعت نہ کریں گے تو ہم ان کی گردنیں اڑا دیں گے تو امیر معاویہؓ نے فرمایا تھا کہ ایسے کریہہ الفاظ قریش کی شان میں کہنے سخت گستاخی میں داخل ہیں اور مجھے سخت ناگوار ہیں خبردار پھر کبھی زبان سے ایسی بات نہ نکالنا میں اس کے سننے کا متحمل نہیں ہوں۔ خیر یہ ایک جملہ معترضہ تھا۔ حضرت معاویہؓ نے جو حضرت عبداللہؓ کی فخریہ باتوں کا جواب دیا اسے سن کر بے اختیار حضرت معاویہؓ

کی فراست اور حاضر جوابی کی داد دینی پڑتی ہے۔ فرمایا اے ابن زبیر سن! تیرے پاس نہ اب کچھ اقتدار ہے نہ پہلے تیرے بزرگوں کی وقعت تھی۔ تجھے یاد بھی ہے کہ فجار کے دن میرے دادا حرب بن امیہ سردار لشکر تھے اور تیرے باپ اور کنبہ والے ان کے معمولی سپاہی میرے دادا کے حکم کے سامنے ان کی گردنیں جھکی ہوئی تھیں اور ان کو کسی بات میں ان کی اطاعت کے خلاف جنبش کرنے کی طاقت نہ تھی۔ یہ فخر ختم نہ ہوا تھا کہ ہمیں لوگوں میں خدا نے ایک اور فخر پیدا کیا اور محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم ہمارے ہاں پیدا ہوئے اور تیرے باپ اور خاندان نے حسب عادت ان کی غلامی کا طوق بھی اپنی گردن پر ڈال لیا میرے باپ کا طعنہ کیا دیتا ہے وہ گمراہی میں بھی قوم کا سردار رہا اور ایمان لانے کے بعد بھی اس کی سرداری قائم رہی۔ فتح مکہ کے دن رسول اللہ صلعم نے کس کے گھر کا امان کا گھر قرار دیا تھا۔ یاد کرو کہ وہ میرے ہی باپ ابوسفیان کا گھر تھا۔ تیرے باپ کا نہیں۔ میری ماں ہند جاہلیت میں بھی ایسا دل رکھتی تھی جس میں مردوں کی طرح انتقام کا جوش تھا اور مسلمان ہو کر وہ صفاتِ خیر کا مظہر بنی۔ اپنے نانا صدیق اکبرؓ کا فخر نہ کر ان کی صدیقیت نے میرے چچازاد بھائی (رسول اللہ صلعم) کے طفیل عزت پائی ہے عبد العزٰے (حضرت عبد اللہ کے جدِ اعلےٰ کا نام ہے) کے صدقے میں نہیں اور میرے نانا کی شرکتِ بدر کا حوالہ جو تو نے دیا تو نے یہ بھی سوچا ہوتا کہ ہم اپنے بھائیوں کے سامنے گئے تھے انہوں نے ہم کو قتل کیا۔ ہم نے ان کو قتل کیا۔ ہم تیرے خاندان کے ہاتھوں قتل نہیں ہوئے۔ اور جو تو نے عائشہؓ اور خدیجہؓ کا ذکر کیا ہے تو یاد رکھ کہ یہ دونوں میرے بھائی ہی کی طفیل ام المومنین بنیں۔ آج تو تو ام المومنین عائشہؓ کے خالہ ہونے پر فخر کرتا ہے کل کا قصہ بھول گیا کہ تو اور تیرا باپ ان کو بہکا کر علیؓ کے مقابلہ کے لئے جمل کی لڑائی میں لے گئے تم کو

یہ خیال نہ آیا کہ تمہاری عورتیں تو پردہ میں بیٹھی رہیں اور رسول اللہ صلعم کی نا
گھر سے نکل کر میدانِ قتال میں جائے۔ اور پھر تیرے باپ کی بزدلی بھی دیکھ
کہ جب میرا بھائی علیؓ تلوار سونت کر سامنے کھڑا ہوا تو وہ منہ چھپا کر بھاگ
تو اپنے اور میرے نام کا حوالہ ناحق دیتا ہے خلقت جانتی ہے کہ کون ہم دو
میں باعتبار نام اور کام کے اعتبار سے افضل ہے (عقد الفرید بحوالہ یزید نام
ناظرین نے دیکھ لیا کہ حضرت معاویہؓ بوجہ قرابت کس فخر سے رسول اللہ
اور حضرت علیؓ کا نام لیتے ہیں۔ اس سے ثابت ہوا کہ نبیؐ و علیؓ نے جو بنی امیہ
حکومت بخشی اس میں ان کے جوہر قابلیت کے علاوہ قرابت کو بھی بڑا دخل تھا
حیف ہے ان لوگوں پر جو علیؓ کی حب کا دم بھرتے ہوئے ان کے عزیز دل پر بدزبا
طعن دراز کریں اور خدا سے نہ ڈریں۔ رافضی اہل شام کو سب و شتم کرنا ثواب سمجھتے
ہیں حالانکہ حضرت علیؓ نے کھلے الفاظ میں اس سے منع فرما کر دعائے خیر کرنے کا حکم دے
گئے ہیں۔ (دیکھو نہج البلاغت صفحہ ۲۹۴)

عہد حضرت علیؓ میں مسلمانوں کا باہم سبب مخاصمت کیا تھا؟

حضرت عثمانؓ کا مظلومانہ قتل

ذی شعور اور تاریخ دان شیعی دوست بھی اس حقیقت کو تسلیم کرتے ہیں جیسا کہ مولانا محمد حسین آزاد مرحوم نے کتاب دربارِ اکبری میں اور مولانا مظہر علی اظہر نے کتاب تحریک مدح صحابہ میں اور سر آغا خان نے بھی بیان کیا ہے کہ حضرت علی رضی اللہ تعالےٰ عنہ نے حضراتِ ثلاثہؓ سے خلافت کے بارے میں جھگڑا نہیں کیا اور تقریباً ۲۵ برس باہمی صلح و محبت میں گزارے (یعنی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے وصال ۱۲ ربیع الاول ۱۱ھ سے ۸ اذوالحجہ ۳۵ھ تک جو حضرت عثمانؓ ذوالنورینؓ کا یوم شہادت ہے) یہ حضرت علیؓ کے ارشاد مندرجہ نہج البلاغت سے بھی ثابت ہے۔ کہ حضرت علیؓ اور امیر معاویہؓ میں جھگڑا کسی دینی مسئلہ کی بناء پر نہیں تھا اور نہ اسلام و کفر کا سوال تھا بلکہ حضرت عثمانؓ کا مظلومانہ قتل وجہ مخاصمت ہوا جس سے حضرت علیؓ اپنی بریت ظاہر کرتے رہے مگر ان کے ارشاد کے خلاف شیعوں نے جیسا کہ مجالس المومنین مطبوعہ ایران کے صفحہ ۲۴۸ اور لاہوری شیعوں کے رسالے تبصرۃ الاسماء میں بھی مذکور ہے حضرت علیؓ کو قتلِ عثمانؓ میں ملوث بایں دلیل کیا ہے کہ محمد بن ابی بکرؓ ان کا ربیب اور پروردہ قاتلوں میں شامل تھا اور اسے انہوں نے روکا نہ تنبیہہ کی بلکہ مصر کی گورنری پر مامور فرمایا۔ جہاں ابن خدیج نے شکست دے کر اسے ہی نہیں بلکہ اپنے بیٹے کو بھی جس کا شمار قاتلوں میں تھا۔ قتل کر ڈالا (مفصل بیان طبری میں ہے) قاتلانِ عثمانؓ ہیں

حضرت علیؓ کا منظور نظر مالک بن اشتر بھی تھا جس نے موقع پر حضرت عثمانؓ کے چار مددگاروں کو شہید کیا (مجالس المومنین صد ۲۸۴) اور جنگ جمل میں حضرت ام المومنین سیدہ عائشہؓ کے اونٹ پر تین حملے کر کے تین ٹانگیں کاٹ ڈالیں اور اونٹ گر گیا۔
محمد بن ابی بکر گرتی ہوئی بہن کو سہارا دینے کے لئے بڑھا۔ ہاتھ بدن سے مس ہوا۔ صدیقہؓ کے منہ سے نکلا۔ خدایا وہ ہاتھ جلے جس نے اُس بدن کو چھوا ہے جسے سوائے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے کسی نے نہیں چھوا۔ عرض کیا۔ ام المومنین! میں آپ کا بھائی ہوں۔ میرے حق میں یہ بددعا! فرمایا جو منہ سے نکل گیا۔ نتیجہ یہ ہوا کہ یہ طرفدار علیؓ بھائی مصر میں قتل کر کے جلا دیا گیا۔ اور ابن اشتر نخعی کو جب کہ حضرت علیؓ کی طرف سے مصر کا والی مقرر ہو کر جارہا تھا۔ حضرت عثمانؓ شہید کے کسی غلام نے زہر ملا کر شہد پیش کیا جسے کھا کر وہ ہلاک ہوا۔ (مجالس المومنین ذکر مالک بن الحارث الاشتر النخعی صفحہ ۲۸۳ تا ۲۸۹)۔

الغرض شیعی مورخوں نے علی الرغم ارشاد مولا علیؓ یہ ثابت کیا ہے کہ قتل ذوالنورینؓ ان کی سازش سے ہوا۔ اندریں حالات اگر حضرت معاویہؓ اور دیگر صحابہؓ نے اسی بناء پر ان کی بیعت سے تامل کیا اور کہا کہ خلیفہ رسول مقبولؐ کے قاتلوں کو سزا دو تو ہمیں بیعت کرنے میں عذر نہ ہوگا تو کیا گناہ کیا؟ ہم مانتے ہیں۔ کہ حضرت علیؓ سبائی جماعت کی شورش اور خیرہ سری کی وجہ سے مجبور تھے۔ مگر تنازع برپا ہو جانے کے وقت ایسی باتوں پر کون کان دھرتا ہے۔ اور بے گناہ قتل خلیفۃ المسلمینؓ ایسا سنگین معاملہ تھا جس سے چشم پوشی ممکن نہ تھی پھر بھی فریقین مصالحت پر آمادہ تھے مگر سبائی گروہ کو اس میں اپنی خیر نظر نہ آئی اور انہوں نے رات کی تاریکی میں دونوں فوجوں میں گھس کر ایک دوسرے پر تیر برسانے شروع کر دیئے جس سے ہر فریق نے یہی سمجھا کہ دوسرے نے حملہ کر دیا ہے نتیجہ یہ نکلا کہ لڑائی چھڑ گئی اور دشمنوں کی شرارت سے ہزاروں کلمہ گو کھیت رہے۔

حضرت علیؓ سے مالک اشتر جیسے اشخاص کی رفاقت کا نتیجہ

حضرت عثمانؓ کی مظلومانہ شہادت کے بعد جب سبائی لیڈر الاشتر اور اس کے ساتھیوں نے حضرت علیؓ سے بیعت کرنی چاہی تو حضرت عبداللہ بن عباسؓ نے (جو حضرت علیؓ کے چچا زاد بھائی تھے)

عبداللہ بن عباسؓ کا عاقلانہ مشورہ

اور جن کی تعریف شیعوں کے علامہ شوشتری مجالس المومنین مطبوعہ ایران کے صفحہ ۸۲ میں لکھتے ہیں کہ عبداللہ بن عباسؓ پیغمبر صلعم کے اعظم صحابہؓ میں سے اور افضل اولاد عباس سے تھے۔ آپ کو حضرت علیؓ کی ارادت اور شاگردی کا شرف حاصل تھا اور آنحضرت کی رکاب کے ساتھ ہمیشہ مخالفوں سے مجاہدہ کرتے رہے۔ آپکا علم تفسیر، فقہ اور حدیث میں بڑا درجہ ہے الخ) منع اور متنبہ کیا کہ اگر سبائی بلوائیوں سے آپ کا تعلق رہا تو عثمانؓ کے خون کا الزام آپ پر لگ جائے گا۔ (طبری، جلد ۵ صفحہ ۱۴۷ طبع مصر)

مگر حضرت علیؓ نے یہ مشورہ قبول نہ فرمایا۔ اس کے بعد سے یہ سبائی گروہ رفتہ رفتہ آپ کی سیاست پر اس طرح غالب ہوتا گیا کہ آخر وقت تک نہ آپ ان سے چھٹکارا حاصل کر سکے اور نہ خون عثمانؓ کا قصاص جو شرعاً واجب تھا لے سکے۔ شاہ ولی اللہ اسے حضرت علیؓ کی خطائے اجتہادی قرار دیتے ہیں (ازالۃ الخفا عن خلافۃ الخلفا شاہ ولی اللہ محدث دہلوی ص ۲۷۹ مقصد دوم مطبوعہ صدیقی دہلی ۱۲۸۶ھ)

نتیجہ یہ ہوا کہ اصحاب ثلاثہؓ کے عہد میں جو اسلامی فتوحات کا سلسلہ جاری ہوا تھا اور بڑے بڑے ملک زیرنگین اسلام ہوئے تھے وہ بند ہو گیا بلکہ اہل

قبلہ آپس میں لڑ مرے۔ اور بقول شاہ ولی اللہ محدث دہلویؒ جہاد بالکل منقطع ہو گیا۔ دائرہ سلطنت ہر روز خاص کر ثالثی کے بعد زیادہ تنگ ہو گیا۔ یہاں تک کہ آخر میں کوفہ اور اس کے آس پاس کے سوا اور کچھ ان کے لئے باقی نہ رہا (ازالۃ الخفا طبع اوّل ج ۱ ص ۱۲۳) صرف کوفہ پاس رہ جانے کا ذکر حضرت علیؓ نے بھی خود نہج البلاغت میں کیا ہے۔ امام ابن تیمیہ نے منہاج السنۃ ج ۲، صفحہ ۱۴۸ میں لکھا ہے۔ کہ ان (علیؓ) کی خلافت میں دین اسلام کو شوکت نہ ہوئی بلکہ اہل اسلام میں فتنہ واقع ہوا اور شام و مشرق (یعنی ایران وغیرہ) کے کفار۔ نصاریٰ اور مجوسیوں کو جو (مسلمانوں کے) دشمن ہیں ان (مسلمانوں) کے تباہ کرنے کی طمع پیدا ہوئی۔

مگر خدائے تعالیٰ کو ملت اسلامیہ کی بہتری مقصود تھی کہ مصلحین کی مساعی جمیلہ سے خون عثمانؓ کے قصاص کا مسئلہ ثالثی کے سپرد ہو گیا اور سبائی فرقہ کے عزائم فاسدہ بروئے کار نہ آسکے۔ اس دشمن اسلام گروہ کی ساری کوشش یہ تھی کہ مسلمانوں میں خانہ جنگی جاری رہے کیونکہ مصالحت و ثالثی سے ان کو اپنی موت نظر آتی تھی۔ حضرت علیؓ کو بھی اس خانہ جنگی پر افسوس تھا اور ایک دفعہ ان کے منہ سے نکل گیا کہ لَوْ عَلِمْتُ اِنَّ الْاَمْرَ یَکُوْنُ ہٰکَذَا مَا خَرَجْتُ اِیَا مُوْسٰی وَلَوْ بِحَزِّ عُنُقِیْ (ازالۃ الخفا عن خلافۃ الخلفا از شاہ ولی اللہ بن عبد الرحیم عمری فاروقی ص ۲۸۴ مقصد دوم مطبوعہ مطبع صدیقی واقع دہلی ۱۲۸۶ھ بار اوّل) یعنی اگر میں یہ جانتا کہ یہ معاملہ یوں ہو جائے گا تو خروج نہ کرتا۔ اے ابو موسیٰ (میرے ثالث) تم فیصلہ کرو خواہ وہ میری گردن ہی اڑانے کے بارے میں کیوں نہ ہو۔

حضرات علیؓ و معاویہؓ کی جنگ کا خاتمہ

جب فرقۂ سبائیہ اس طرح مسلمانوں کو دست و گریباں دیکھ کر خوش ہو رہا تھا تو حضرت عمرو بن عاصؓ فاتح مصر و فلسطین کی خوش تدبیری نے ان کے عزائم فاسدہ کو خاک میں ملا دیا۔ عین اس وقت جبکہ حضرت معاویہؓ اور حضرت علیؓ کی گزشتہ مہینوں کی لڑائیوں سے تھکی ہوئی فوجیں دو بدو ہونے کو بمقام صفین تیار تھیں تو اوّل الذکر فوج کی صفِ اوّل سے مطالبہ ہوا کہ تم بھی مسلمان ہو اور ہم بھی۔ یہ ہے قرآن شریف اس کو درمیان رکھ کر فیصلہ کر لو۔ یہ بات حضرت علیؓ کی فوج کے بھی دل لگی اور انہوں نے قائد کے سمجھانے پر بھی کہ تمہیں دھوکا دیا جا رہا ہے نہ سمجھے اور لڑنے سے انکار کر دیا۔ اور ۱۳ صفر ۳۷ھ مطابق ۳۱ جولائی ۶۵۷ء کو یعنی بیٹے حضرت علیؓ اور ماں ام المومنین عائشہ صدیقہؓ کی لڑائی کے خاتمہ کے سات ماہ بعد، حضرت علیؓ اور حضرت معاویہؓ بھائیوں کی لڑائی ستر ہزار مسلمانوں کے خون سے صفین کے میدان کو گلگوں کرنے کے بعد بند ہوئی۔ خدا نے امت کے دور اندیش افراد کے دل میں ڈال دیا کہ اگر یہ مسلمانوں کی باہم خونریزی جاری رہی تو رومی، شام پر چڑھ دوڑیں گے اور بجی عراق پر۔ اس صورت میں عورتوں اور بچوں کو ان کی دستبرد سے کون بچائے گا حضرت علیؓ شامیوں کی کمزوری محسوس کر کے جانتے تھے کہ ان کو کچل دیں مگر ان کی جماعت نے کہا کہ جب اہل شام قرآن کو حکم بتاتے ہیں تو اب گنجائش انکار نہیں۔ اگر آپ (علیؓ) نے انکار کیا تو ہم آپ سے لڑیں گے اور آپ کو عثمانؓ کے پاس پہنچا دیں گے۔ (تاریخ اسلام حصہ اوّل ص ۳۲۵ بحوالہ طبری جلد ۶) حضرت علیؓ کو

مجبوراً ماننا پڑا۔ اور جنگ ملتوی ہو گئی۔
اس کے بعد قرار پایا کہ فریقین کی طرف سے ایک ایک حکم مقرر کیا جائے اور وہ دونوں مل کر قرآن مجید کی رُو سے جو فیصلہ کریں وہ ہر دو فریق کے لئے واجب التسلیم ہو اور جو فریق نہ مانے حکم اس کے خلاف دوسروں کو مدد دیں

حکمین کا تقرر اور فیصلہ

اہل شام کی طرف سے مرد فاتح اور مدبر بلا اختلاف حکم مقرر ہوا جس کا رسول خدا صلعم کے دست مبارک پر حضرت خالد سیف اللہ سمیت صلح حدیبیہ ۸ھ کے بعد مشرف باسلام ہونا عیسائی مورخوں کی نگاہ میں کئی ملک فتح ہو کر دولت اسلامیہ میں داخل ہونے سے زیادہ اہم تھا کیونکہ ان دونوں سالار ابن العلم اور جنگی فنون کے ماہر صحابہؓ نے شام و عراق و فلسطین و مصر میں اسلامی جھنڈوں کو نصب کرنے میں نمایاں قابلیت کا ثبوت دیا۔
حضرت عمرو بن عاصؓ کا سلسلہ نسب پانچ واسطوں سے رسول اللہ صلعم کے جد کعب بن لوی سے جا ملتا ہے۔ ہشامؓ ان کے سوتیلے بھائی تھے از بطن ام حرملہ بنت ہشام بن مغیرہ جو حضرت عمرؓ کی خالہ تھیں حضرت عمروؓ موصوف نے ایک سوال کے جواب میں کہا کہ ہشام مجھ سے اچھے تھے والدہ کے نسب کی فضیلت اور باپ کی نظر میں محبوب تر ہونے کی وجہ سے اور وہ یرموک میں شہید ہو گئے اور ہم اب تک باقی ہیں۔ حضرت عمرو جب ایمان لے آئے تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے انہیں بنو قضاعہ مقیم ذات السلاسل کے خلاف جمادی الاخری ۸ھ میں ایک دستہ فوج کا قائد بنا کر بھیجا۔ کیونکہ وہ

مدینہ پر حملہ کرنے کے لئے جمع ہوئے تھے مگر دشمنوں کو مقابلہ کی جرأت نہ ہوئی اور حضرت عمروؓ کے مظاہرہ سے ڈر کر منتشر ہو گئے۔ دوسری دفعہ رمضان ۸ھ میں حضور صلعم نے انہیں بنو ہذیل کے بت خانہ سواع کو منہدم کرنے کے لئے روانہ فرمایا اور یہ اس مہم کو بڑی دلیری سے انجام دے کر واپس آئے۔ حضورؐ نے پھر انہیں عمان کا والی مقرر فرمایا۔ اور حضرت عمرؓ نے والی فلسطین بنایا۔ انہوں نے مصر فتح کیا۔ (رحمۃ اللعالمین جلد ۲) ایسی قابلیت کے مالک شخص کو اپنا حکم مقرر کرنا حضرت معاویہؓ کی دانشمندی پر دال تھا۔

حضرت علیؓ اپنا حکم اپنے چچا زاد بھائی عبداللہ بن عباسؓ کو بنانا چاہتے تھے اس پر خود ان کی جماعت نے اعتراض کیا کہ یہ آپ کے عزیز ہیں حکم غیر متعلق شخص کو ہونا چاہیئے۔ پھر آپ نے اشتر نخعی کا نام پیش کیا۔ (جس کا حال اسی کتاب میں درج ہے) اشعث بن قیس نے (جن کا نام معدیکرب تھا اور بالوں کی پراگندگی کی وجہ سے اشعث مشہور ہوئے اور جو قبیلہ کندہ کے وفد میں حاضر خدمت نبوی ہوئے تھے۔ اور اسلام قبول کر لیا تھا۔ یہ حضرت ابوبکرؓ کے گماشتوں سے لڑے اور آخر پناہ مانگ کر صدیق اکبرؓ کی خدمت میں باریاب ہوئے تھے۔ ۴۰ھ سال وفات ہے کتاب المعارف صفحہ ۲۰۴) کہا کہ اسی اشتر نے تو یہ آتش جنگ بھڑکائی ہے۔ اس لئے وہ کس طرح حکم ہو سکتا ہے۔ آخر حضرت علیؓ کو اپنی جماعت کی پیش کردہ شخصیت کو اپنا حکم ماننا پڑا۔ یعنی ابو موسےٰ اشعری کو ابو موسیٰ اشعریؓ: ان کا نام عبداللہ بن قیس تھا۔ یمن کے رہنے والے۔ یہ اشعریوں کے ساتھ رسول اللہ صلعم کی خدمت میں حاضر ہو کر مع برادران مسلمان ہوئے تھے۔ پہلے پہل غزوۂ خیبر میں شریک ہوئے۔ حضرت علیؓ کی چچا زاد بہن ام کلثوم بنت فضل بن عباسؓ ان کی بیوی تھی جو موسیٰ بن ابو موسیٰ کی ماں بنی۔

حضرت عمرؓ نے ان کو ۲۰ھ میں بصرہ کا والی مقرر فرمایا تھا۔ جبکہ انہوں نے اہواز فتح کیا تھا۔ عہدِ ذوالنورینؓ تک وہیں مامور رہے۔ پھر کوفہ میں تبادلہ ہو گیا۔ شہادتِ عثمانیؓ کے بعد مکہ معظمہ تشریف لے گئے اور وہیں ۵۲ھ میں وفات پائی (کتاب المعارف و تجرید بخاری)

ابوموسیٰ اشعریؓ مسلمانوں کی خانہ جنگی سے بچنے کے لئے متواح

شرائط عہد نامہ شام میں گوشہ نشین ہو گئے تھے وہاں سے بلائے گئے اور عہد نامہ مرتب ہوا کہ یہ دو نو حکم کسی فریق کی رُو و رعایت کے بغیر اُمت کی خیر خواہی کا لحاظ رکھتے ہوئے کتاب اللہ اور سنتِ رسول اللہ صلعم کے مطابق جو فیصلہ دیں گے وہ فریقین کے لئے واجب التسلیم ہوگا اور جو فریق اس کے ماننے سے انکار کرے گا حکم اور عام مسلمان اس کے خلاف دوسرے فریق کو مدد دیں گے فیصلہ کے اعلان تک جنگ بالکل ملتوی رہے گی اور حکموں کی جان و مال محفوظ رمضان میں یا بصلاح حکمین بعد میں فیصلے کا اعلان ہو جانا چاہیئے۔ وغیرہ (تاریخ اسلام صـ ۲۳۸)

اس عہد نامہ پر فریقین کے تمام ممتاز لوگوں کے دستخط ہو گئے اور دومۃ الجندل کا مقام (دلبسر حد عراق و شام) فیصلہ کے اعلان کے لئے مقرر ہوا۔

دو نو حکم مشورہ کے لئے بیٹھے۔ ان کا طویل مکالمہ لکھنے کی گنجائش نہیں حکمین کا فیصلہ خلاصہ یہ ہے کہ ابوموسیٰ اشعریؓ چاہتے تھے کہ حضرت علیؓ اور حضرت معاویہؓ دو نو کو معزول کر کے حضرت عبداللہ بن عمر فاروق اعظمؓ کو خلیفہ مقرر کریں۔ اور حضرت عمرو بن عاصؓ امیر معاویہؓ کو۔ آخر عمرو بن عاصؓ ابوموسےٰ اشعری سے متفق ہو گئے کہ دو نو کو معزول کر دیا جائے۔

عام تاریخوں میں یہ لکھا ہے کہ ابوموسیٰؓ نے استادہ ہو کر اس امر کا اعلان

کردیا کہ دو نوں معزول۔ مگر عمرو بن عاص رضی اللہ عنہ نے کہا کہ انہوں نے علی رضی اللہ عنہ کو معزول کر دیا ہے مگر میں معاویہ رضی اللہ عنہ کو مقرر کرتا ہوں۔

مگر کتاب "سیرت عمرو بن عاص فاتح مصر" مرتبہ حافظ محمد اسلم جیراجپوری کے صفحہ ۸۹ میں تحریر ہے کہ مسعودی نے لکھا ہے کہ بجز اس صحیفہ کے جو لکھوایا گیا اور کسی قسم کا زبانی اعلان نہیں ہوا تھا۔ دونوں حکم علی اور معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہما کے عزل پر متفق تھے اور کسی قسم کا اختلاف نہیں ہوا تھا۔ یہی بیان زیادہ قرین قیاس ہے کیونکہ جب ثالثی نامہ لکھا گیا تھا اور شہادتیں قلم بند ہوئی تھیں تو فیصلہ زبانی ہونے کے کیا معنے۔ علاوہ بریں عمرو بن عاص رضی اللہ عنہ کچھ نادان نہ تھے کہ اس قسم کی مخالفت کرتے۔ جس سے ان کے فریق کا کوئی نفع نہ تھا۔ کیونکہ ثالثی نامہ میں یہ طے ہو چکا تھا کہ جو متفق فیصلہ ہوگا اس پر عمل کیا جائے گا۔ ایسی صورت میں اکیلے ان کا معاہدہ کو قائم رکھنا بیکار تھا۔ بعض مورخین نے اس فیصلہ میں ابو موسیٰ پر غفلت اور کوتاہی کا الزام لگایا ہے لیکن ہمارا خیال یہ ہے کہ انہوں نے دیانت کے ساتھ کام کیا جو رائے انہوں نے دی۔ وہی اس وقت ایک بڑے گروہ کی رائے تھی جو اس فتنہ سے کنارہ کش تھے" ص ۹۰۔

نتیجہ فیصلہ: سیرت عمرو بن عاص میں لکھا ہے کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے اس فیصلے کو تسلیم نہیں کیا اور شام پر فوج کشی کرنا چاہا لیکن عراقیوں نے ساتھ نہ دیا جس کی ایک وجہ تو یہ ہوئی کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ کے حکم مقرر کرنے پر وہ ان کے خلاف ہو گئے کہ اگر آپ امام برحق تھے تو اپنے اوپر ایک اور کو حکم کیوں تسلیم کر لیا۔ لہٰذا آپ کاذب ٹھہرے اور یہاں تک کہ دیا کہ آپ (معاذ اللہ) کافر ہو گئے۔ یہ شیعان علی میں سے نکلی ہوئی جماعت خارجی کہلائی۔ اس اپنی جماعت میں انتشار پیدا ہونے سے حضرت علی رضی اللہ عنہ شام پر حملہ نہ کر سکے اور نہروان پر خارجیوں سے جا

ٹکرائے اور ان کو خوب تہس نہس کیا جس سے ان کی مخالفت کی آگ اور بھڑکی۔
حضرت عثمانؓ کی شہادت کے بعد حضرت علیؓ نے اپنے
دوبارہ فتح مصر یا مصر کے بالک محمد بن ابوبکرؓ کو مصر کا والی مقرر کر کے بھیج دیا تھا جہاں
ان کو عثمانی جماعت سے پالا پڑا جس کے قائد مسلم بن مخلد اور معاویہ بن خدیج
تھے انہوں نے حضرت علیؓ کی خلافت کو تسلیم نہیں کیا تھا۔ محمد بن ابوبکرؓ نے ان سے مقابلہ
کیا حضرت علیؓ سے مدد مانگی جو پہنچ نہ سکی۔ آخر شکست کھائی اور ایک جگہ جا چھپے
ابن خدیج نے ڈھونڈ نکالا اور قتل کر کے جلا دیا۔
حضرت معاویہ بن ابوسفیان نے اسلامی ولایات مثلاً مکہ، مدینہ اور یمن
وغیرہ پر فوجیں بھیج کر قبضہ کر لیا۔ اور حضرت علیؓ کے پاس جیسا کہ نہج البلاغت
کے حوالے سے بیان ہو چکا ہے صرف کوفہ رہ گیا۔

حضرت علیؑ کی شہادت

خوارج حضرت علیؓ کے ہی نہیں بلکہ حضرت معاویہؓ اور حضرت عمرو بن عاصؓ
کے بھی دشمن تھے ان کے زعم باطل میں مسلمانوں کی اتنی خونریزی کے یہی تینوں
ذمہ دار تھے۔ اس لئے تین آدمی تینوں کو قتل کرنے پر مامور ہوئے۔ کہ ایک
ہی مقررہ وقت پر وار کر کے ان کا فیصلہ کر دیا جائے۔ حضرت معاویہؓ کو جو زخم
لگا وہ کاری نہ تھا۔ مندمل ہو گیا۔ حضرت عمرو بن عاص اُس دن خود نماز
پڑھانے نہ آسکے۔ ان کی جگہ جو امام بنا وہ مارا گیا۔ ہاں حضرت علیؓ پر جو تلوار
وار مسجد پر وسط رمضان ۴۰ھ میں پڑی وہ مہلک ثابت ہوئی اور وہ شہید
ہو گئے۔ عبدالرحمٰن المشہور ابن ملجم اس بدبخت قاتل کا نام تھا جو خلافت حقیقت

حیدر کرار بڑے عذابوں سے مارا گیا مگر اس نے اُف تک نہ کی۔ کتنا گمراہ تھا یہ شخص جو حضرت علیؓ جیسے صاحب ایمان بزرگ کو قتل کرنا کار ثواب اور بڑا کارنامہ سمجھتا تھا۔

حضرت علیؓ کی امام حسنؓ کو وصیت

وفات سے پیشتر حضرت علیؓ نے اپنے صاحبزادہ امام حسنؓ کو وصیت کی کہ میرے مرنے کے بعد معاویہؓ سے فوراً صلح کر لینا اور ان کے امیر المومنین ہونے سے کراہیت نہ کرنا کیونکہ اگر تم ان کو بھی کھو بیٹھے تو امت کے تفرقہ کے تلخ ترین نتیجے تمہیں بھی بھگتنے ہوں گے۔ حضرت علیؓ نے یہ وصیت بر بنائے تجربہ کی تھی انہیں ثابت ہو گیا تھا کہ خلافت کی کشتی کو ساحل مراد تک پہنچانے کی اہلیت سب سے زیادہ امیر معاویہؓ ہی کو ہے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی پیشنگوئی بھی یہی تھی کہ میرا بیٹا حسنؓ امت کے دو بڑے گروہوں میں صلح کرائے گا۔ یہ پیشنگوئی حضرت علیؓ کو ضرور معلوم ہو گی اسی لئے آپ نے اپنے شیعوں کے سامنے فرمایا کہ میں خلافت کے لئے اپنے بیٹے حسنؓ کو نامزد کرتا ہوں۔ کیونکہ وہ جانتے تھے کہ یہ میرا صلح کل فرزند کسی قیمت پر بھی مسلمانوں میں لڑائی گوارا نہیں کرے گا اور رسول اللہ صلعم کے ارشاد کے مطابق صلح بین المسلمین کا باعث ہو گا۔ چنانچہ امام حسنؓ نے والد بزرگوار کی تدفین (جہاں بھی ہوئی) سے فارغ ہو کر اور ابن ملجم کو ٹھکانے لگا کر اپنے اشیاع کو فرمایا کہ میں اس شرط پر تم سے بیعت لیتا ہوں کہ تم صلح و جنگ میں میری متابعت کرو گے۔ پھر فرمایا میرے والد علیؓ فرماتے تھے کہ معاویہؓ کی امارت

(یعنی امیر المومنین ہونے) سے کراہت نہ کرتا۔ اگر تم نے اُن کو بھی ہاتھ سے کھو دیا تو تم دیکھو گے کہ مونڈھوں پر سے سر حنظل (کوڑ تمے۔ اندرائن) کی طرح کٹ کٹ کر دھر ادھر گریں گے (جلد ۳ صفحہ ۸۳۶ شرح نہج البلاغت ابن ابی الحدید و ازالۃ الخفا جلد ۲ صفحہ ۲۸۳ والبدایۃ والنہایۃ جلد ۸ صفحہ ۱۳۱ بحوالہ تذکرہ صفحہ ۵)

امام حسنؓ سے اشیاع کی غداری

جلاء العیون مطبوعہ ایران میں ملّا باقر مجلسی زیر عنوان "بیان صلح کردن امام حسن علیہ السلام" لکھتے ہیں کہ امام موصوف کو خبر ملی کہ معاویہؓ عراق کی طرف آرہے ہیں تو آپ نے اپنے شیعوں کو جہاد کی دعوت دی۔ انہوں نے کوئی جواب نہ دیا مگر جب عدی بن حاتم نے غیرت دلائی ایک جماعت آمادہ ہوئی۔ امام نے فرمایا کہ اگر تم سچے ہو تو میرے لشکرگاہ نخیلہ کی طرف جاؤ۔ مگر مجھے یقین ہے کہ تم وفا نہیں کرو گے۔ جیسا کہ میرے والد بزرگوار سے وفا نہ کی جو تجھ سے بہتر تھے۔ اس کے بعد آپ نے دو تین سرداران شیعہ کو ہزاروں پر سالار بنا کر بھیجا مگر وہ معاویہؓ سے جا کر مل گئے۔ یہ حال دیکھ کر آپ نے اپنے گروہ کو خطاب فرمایا کہ میرے دل میں مسلمان کی طرف سے کینہ نہیں ہے اور کسی سے بُرا ارادہ نہیں رکھتا۔ میں سمجھتا ہوں کہ مسلمانوں کا اتفاق نفاق سے بہتر ہے۔ لہٰذا میں جو تمہاری بہتری کے لئے کروں اس سے انکار نہ کرو۔ جب منافقوں نے امام سے یہ بات سُنی تو ایک دوسرے کی طرف دیکھنے لگے اور کہا کہ۔

" از سخنان او معلوم می شود کہ می خواہد با معاویہؓ صلح کند و خلافت را باو دگزارد۔ پس ہمہ برخاستند گفتند او مثل پدرش کافر شد

ریختند بخیمۂ آنحضرت و اسباب حضرت را غارت کردند۔ حتی مصلائے حضرت از زیر پائش کشیدند و ردائے مبارکش را از دوشش ربودند۔۔۔۔ چوں لبا باطِ مدائن رسید ملعونے از قبیلۂ بنی اسد کہ او را اجراح بن سنان لو گفتند لجام اسب آنحضرت را گرفت خنجرے بر ران مبارکش زد کہ استخوان شگافت۔ بروایتے دیگر بر پہلوئے مبارکش زد و گفت کافر شدی۔ چنانچہ پدر تو کافر شد۔۔۔۔ پس بخانۂ سعد بن مسعود ثقفی کہ از جانب آنحضرت والئ مدائن بود نزولِ اجلال فرمود و عم مختار بود۔ نبردِ عم خود آمد گفت بیا حسنؓ را۔ بدستِ معویہ دہیم شاید معویہ ولایتِ عراق را بما بدہد"

ملا باقر مجلسی کی عبارت کا مفہوم یہ ہے کہ امام حسنؓ کے شیعہ (گروہ) نے ان کی باتیں سن کر اندازہ کر لیا کہ آپ حضرت معاویہؓ سے صلح کرنے اور خلافت سے دستبردار ہونے والے ہیں۔ لہٰذا آپ کو ہی نہیں بلکہ حضرت علیؓ کو بھی کافر بنا دیا۔ آپ کے خیمہ میں گھس کر آپ کے نیچے سے مصلا کھینچ لیا اور کندھے سے چادر اتار لی۔ اور مدائن کے ایک مسقف کوچے میں ایک ملعون نے آپ کے گھوڑے کی باگ پکڑ کر آپ کی مبارک ران پر خنجر مارا جس سے ہڈی شگافتہ ہو گئی اور کہا تو اپنے باپ کی طرح کافر ہو گیا۔ مختار ثقفی نے بھی خوب حق وفا ادا کیا۔ اپنے چچا سے کہا کہ حسنؓ کو پکڑ کر معاویہؓ کے حوالے

لہ یہ وہی مختار ہے جو واقعۂ کربلا کے بعد قصاص لینے کے بہانے سے اٹھا۔ اور بہت سے مسلمانوں کو قتل کیا۔ آخر پیغمبری کا دعویٰ کر بیٹھا۔ امام زین العابدینؒ نے اس پر لعنت کی اور مصعب بن زبیر (داماد امام حسینؓ) نے لڑ کر اسے قتل کیا۔

کردیں شاید وہ ہمیں عراق کا والی بنا دے۔

بیعت امام حسنؓ!

شیعوں کی یہ پہلے وفائی دیکھ کر امام حسنؓ نے بلا تاخیر مزید صلح و مصالحت میں سبقت کی اور بیعت کر لی۔ باقر مجلسی صفحہ ۳۱ میں رقم طراز ہیں کہ یہ دیکھ کر امام حسینؓ روتے ہوئے امام حسنؓ کے پاس گئے اور ہنستے ہوئے آئے اور شیعوں کے سوال پر جواب دیا کہ میں نے بھائی سے جا کر پوچھا کہ معاویہؓ کو خلافت سپرد کرنے کا کیا باعث ہوا تو آپ نے فرمایا کہ آنچہ پدرت را۔ باعث شد رامنی شدم و بیروں آمدم۔ یعنی جس وجہ سے حضرت علیؓ نے خلافت سونپ دی میں نے بھی دے دی۔ مولانا محمود احمد عباسی کی تحریر ہے۔ (صفحہ ۵ تذکرہ جو انہوں نے اخبار الطوال، مولفہ دینوری ص۲۳۴ مطبوعہ لندن ۱۸۸۸ء سے نقل کی ملا باقر مجلسی کے مضمون کی تصدیق ہوتی ہے کہ حجر بن عدی کو جو آپ کو لڑائی پر آمادہ کر رہا تھا، امام حسینؓ نے جواب دیا اُنا قد بایعنا و عاقدنا و لا سَبِیلَ اِلی نقض بیعتنا (یعنی ہم نے بیعت کر لی ہے۔ عہد کر لیا ہے۔ اور ہمارے بیعت کو توڑنے کی کوئی سبیل نہیں۔)

اب بعض شیعوں کا یہ کہنا کہ امام حسینؓ نے نہیں کی یا کی تو حضرت علیؓ کی طرح باکراہ کی یا بھائی کے دباؤ سے کی۔ کچھ وقعت نہیں رکھتا۔ جلاء العیون ص۱۳۱ میں لکھا ہے۔ کہ امام کی فوج کے چار ہزاری کمانڈر قیس بن سعدؓ نے بھی امام حسنؓ کے حکم سے بیعت کر لی۔ اخبار الطوال صفحہ ۲۲۲ میں کماندار فوج عراقی کا نام قیس بن عبادہ لکھا ہے کہ اس نے عراقیوں سے پوچھا کہ دو باتوں

میں سے ایک اختیار کر دیا تو بلا امام قتال کر دو کیونکہ امام نے تو معاویہؓ کی بیعت کر لی ہے۔) یا معاویہؓ کی اطاعت میں داخل ہونا اختیار کرو۔ فاختاروا الدخول فی طاعۃ معاویۃ۔ یعنی لوگوں نے (حضرت معاویہؓ کی اطاعت و بیعت میں داخل ہونا اختیار کر لیا۔

حضرات امام حسنؓ و حسینؓ حضرت معاویہؓ سے خاطر خواہ ثمر آلود کر مدینے آگئے تو بھی سبائیوں نے ان کا پیچھا نہ چھوڑا اور کہا السلام علیک یا مذل المومنین (سلام ہے اے مومنوں کو ذلیل کرنے والے۔ آپ نے وعلیکم السلام کہہ کر بٹھایا اور فرمایا کہ میں مذِل نہیں بلکہ معز مومن ہوں۔ میں نے تم سے جدال و قتال کو دفع کیا۔ واللہ اگر ہم پہاڑوں جیسی فوج لے کر بھی مقابلے کو نکلتے تو بھی کوئی قوت خلافت و امارت کو معاویہؓ سے نہیں روک سکتی تھی۔ (اخبار الطوال)۔ اسی قسم کا جواب جلاء العیون میں بھی منقول ہے۔ (صفحہ ۱۴۳) فرمایا۔

"بخدا سوگند کہ معویہؓ از برائے من بہتر است ازایں جماعت اینہا دعوی می کنند کہ شیعہ من اندو ارادہ قتل من کردند و مال مرا غارت کردند۔ بخدا سوگند اگر از معویہ عہدے بگیرم و خون خود را حفظ کنم و ایمن گردم در اہل و عیال خود بہتر است از برائے من ازانکہ اینہا مرا بکشند اہل و عیال و خویشان من۔ بخدا سوگند کہ اگر من با معاویہ صلح نکنم ہر آئینہ ایشاں مرا بدست خود می گیرند بمعویہ می دہند۔ نیز فرمایا کہ وائے بر شما بخدا سوگند کہ آنچہ من کردہ ام بہتر است از برائے شیعیان من ازآنچہ آفتاب براں طالع می گردد۔"

اس ارشادِ امام حسنؓ کا مفہوم یہ ہے کہ (حضرت) معاویہؓ میرے لئے اُن شیعوں سے بہتر ہے جنھوں نے وفاداری کا عہد کرنے کے باوجود میرے قتل کا ارادہ کیا اور میرا مال و اسباب لوٹ لیا۔ اب میں نے معاویہؓ سے صلح کرکے اپنے کو مع اہل وعیال محفوظ کر لیا ہے۔ اگر میں صلح نہ کرتا تو یہ شیعے خود مجھے پکڑ کر معاویہؓ کو دیدیتے یہ لوگ نہیں جانتے کہ میرا معاویہؓ سے مصالحت کر لینا شیعوں کے لئے دنیا جہان سے بہتر ہے۔

وہ جلیل القدر صحابۂ رسول صلی اللہ علیہ وسلم

جو عہدِ علیؓ کی خانہ جنگیوں سے الگ رہے

تاریخ اسلام صفحہ ۳۰۰ میں بحوالہ ابن اثیر جلد ۳ صفحہ ۷۷، و اخبار الطوال ص ۱۵۱ منقول ہے کہ حضرت علیؓ کی سیاسی فرد گزاشتوں میں ایک حضرت عثمانؓ کے عہد کے گورنروں کو حضرت مغیرہ بن شعبہؓ اور اپنے چچا زاد لائق دانا اور مخلص بھائی عبداللہ بن عباسؓ کے مشوروں کو نہ مان کر معزولی کا حکم دے دینا تھا۔ جو بڑا خطرناک ثابت ہوا۔ آپ نے امیر معاویہؓ کے مقابلہ کی تیاریاں شروع کر دیں جنہوں نے آپ کی بیعت سے اس بنا پر انکار کر دیا تھا کہ آپ کے پاس قاتلانِ خلیفۃ المسلمینؓ دندنا رہے ہیں۔ یہ پہلا موقع تھا کہ مسلمانوں کی تلواریں آپس میں بے نیام ہونیوالی تھیں۔ اس لئے اکثر صحابہؓ اس کی شرکت کے بارے میں متردد تھے۔ بہتوں نے اس کی مخالفت کی یا کم از کم غیر جانبدار رہے۔ چنانچہ حضرت سعد بن ابی وقاصؓ، عبداللہ بن عمرؓ اور محمد بن مسلمہ اور اسامہ بن زیدؓ وغیرہ نے کسی کا ساتھ نہ دیا۔ حضرت علیؓ نے ان سے پوچھا کہ مجھے تم لوگوں کی جانب سے ناپسندیدہ خبریں ملی ہیں۔ کیا واقعہ ہے؟ یہ اصحاب کتنے اولوالعزم تھے اور انہوں نے کیا جواب دیا۔ درج ذیل ہے۔

(۱) حضرت سعدؓ۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ننھیال میں سے تھے۔

حضورؐ یہ فخریہ فرمایا کرتے تھے کہ یہ میرے ماموں ہیں کوئی اپنا ان جیسا ماموں تو دکھائے۔ آپ بڑے قادر انداز اور مستجاب الدعوات تھے۔ حضرت فاروقِ اعظمؓ نے آپ کو تسخیر ایران کے لیے منتخب کیا تھا اور آپ نے قادسیہ کے میدان میں آتش پرستوں کو شکست دے کر نوشیرواں کے قصر ابیض میں داخل ہو کر نماز جمعہ باجماعت ادا کی تھی۔ غزوۂ اُحد میں آپ کو رسول اللہ صلعم اپنے دست مبارک سے تیر دیتے جاتے اور فرماتے تھے۔ میرے ماں باپ تجھ پر فدا ہوں تیر چلاتا جا۔ آپ کوفہ کے آباد کار اور حضرت عمرؓ کی طرف سے وہاں کے گورنر مقرر رہے۔ یہ ان دس صحابہؓ میں شامل تھے جن کو رسول اللہ صلعم نے جنت کی بشارت دی تھی۔ عشرہ مبشرہ میں سے آپ نے سب سے پیچھے ۵۵ھ میں تقریباً اسی برس کی عمر میں وفات پائی۔ آپ کا جنازہ آپ کے محل واقع عقیق سے جو مدینہ سے دس میل کے فاصلہ پر تھا۔ کندھوں پر اٹھا کر مدینے لائے تھے۔ مروان نے نماز جنازہ پڑھائی جو حضرت معاویہؓ کی طرف سے عامل مدینہ تھا۔ یہ تھے سعد بن وقاص جنہوں نے حضرت علیؓ کو جواب دیا۔

"اگر اس جنگ میں آپ میری شرکت چاہتے ہیں تو ایسی تلوار عنایت کیجیے جو کافر و مسلم میں امتیاز کرے۔" یعنی آپ مسلمانوں سے جنگ کر رہے ہیں میری تلوار ان پر نہیں اٹھ سکتی۔"

(۲) حضرت عبداللہ بن عمرؓ۔ آپ ام المومنین سیدہ حفصہؓ کے سگے بھائی تھے۔ اپنے والد کے ساتھ ہی مکہ میں مشرف با سلام ہوئے تھے۔ جبکہ ان کا بچپن تھا اور تمام غزوات میں جو بدر اور اُحد کے بعد ہوئے شریک رہے اور عبدالملک بن مروان اموی خلیفہ کے عہد تک زندہ رہے۔ آپ نے حجاج کی سخت مزاجی کی پرواہ نہ کرتے ہوئے اسے طویل خطبہ خوانی سے ٹوکا تھا۔

کہتے ہیں اس نے جل کر ایک شخص کو مامور کیا جس نے اپنے نیزے کی زہر آلود نوک آپ کے پاؤں میں چبھو دی اور آپ اسی کے اثر سے شہید ہوئے حضرت موسیٰ بن اشعری ثالث حضرت علیؓ کی تجویز تھی کہ حضرت علیؓ اور معاویہؓ کو معزول کر کے حضرت عبداللہ بن عمرؓ کو خلیفہ مقرر کیا جائے مگر حضرت عمرو بن عاص کے مشورہ سے قرار پایا کہ ان کی معزولی کے بعد مجلس شوریٰ جسے مقرر کرے۔ آپ نے ۸۴ برس کی عمر میں مکے میں رحلت فرمائی اور بمقام فتح مدفون ہوئے۔ (کتاب المعارف صـ۱۱۱) یہ تھے حضرت عبداللہ بن عمرؓ جنہوں نے حضرت علیؓ کو جواب دیا۔

"آپ ایسی چیز میں شرکت کے لئے مجھے مجبور نہ کیجئے جس کے حق و باطل ہونے کا میں فیصلہ نہیں کر سکا۔"

(۳) حضرت محمد بن مسلمہؓ بن مسلمہ قبیلہ بنی حارث بن حارث بن خزرج سے ہیں جو بنی عبدالاشہل کے حلیف تھے۔ آپ رسول اللہ کے سوار کہلاتے تھے۔ غزوہ "فرقرۃ الکدر" میں حضورؐ نے آپ کو مدینہ میں اپنا جانشین بنایا تھا۔ رسول اللہ صلعم کے بعد انہوں نے لکڑی کی ایک تلوار بنوائی تھی جس کو پرتلے میں رکھا کرتے تھے۔ جمل اور صفین میں شریک نہیں ہوئے اور نہ کسی فتنہ میں لڑے۔ عبدالرحمٰن اپنی کینت کیا کرتے تھے۔ مدینہ میں سکونت اختیار کی تھی اور وہیں صفر ۴۶ھ یا ۴۳ھ میں وفات پائی۔ مروان نے نماز جنازہ پڑھائی۔ آپ کے دس بیٹے اور چھ بیٹیاں تھیں۔ (کتاب المعارف صـ۱۶۵)

یہ تھے محمد بن مسلمہؓ جنہوں نے حضرت علیؓ سے عرض کیا کہ

"رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھے حکم دیا تھا کہ میں اپنی تلوار کو مشرکوں کے مقابلہ میں استعمال کروں، اور جب مسلمانوں سے لڑنے کا وقت آئے تو اس کو کوہ احد کے پتھر پر ٹیک کر توڑ دوں چنانچہ کل میں نے اس کو توڑ دیا۔"

عرب نے اس کا علاج کیا اور اس نے صلہ میں سمیہ کو اسے عطا کر دیا۔ یہ نادار
تھا اس کے کوئی اولاد نہیں ہوئی۔ ابوبکرہ نفیع اور نافع کو حارث نے بیٹے بنا لئے
تھے۔ جو زیاد بن ابو سفیان کے اخیافی (مادری) بھائی تھے۔ حاکم بصرہ عتبہ بن غزوان
کی بیوہ ازدہ انہی کی بہن تھی۔ اسی تعلق سے ابوبکرہ نافع۔ نفیع اور زیاد بھی بصرہ
گئے۔ جب ابوبکرہ محاصرہ طائف میں اپنے بھائی نافع سمیت مسلمان ہو گئے
تو انہوں نے حارث کی طرف منسوب ہونا چھوڑ دیا اور کہا کرتے تھے کہ میں
رسول اللہ صلعم کا موسلے (غلام) ہوں۔ اسی لئے جب حارث مر گیا تو انہوں نے
اس کی میراث نہیں لی۔ سمیہ کے شوہر کا نام مسروح تھا۔ ابوبکرہ نے چالیس
لڑکے اور لڑکیاں چھوڑ کر وفات پائی۔ جن میں سے سات کی نسل جاری رہی۔
عبدالرحمٰن ان کے بیٹے ہیں جو پہلے پہل بصرہ میں پیدا ہوئے اور پہلا لڑکا جو کوفہ
میں پیدا ہوا معاویہ بن ثور ہے (اور مدینۃ النبی میں مولود اوّل عبداللہ بن زبیرؓ ہیں)
ثور قبیلہ عامر بن ربیعہ سے ہیں۔ ابوبکرہ کے دوسرے فرزندوں کے نام عبیداللہ
عبداللہ۔ عبدالرحمٰن۔ عبدالعزیز۔ مسلم۔ رواد۔ اور عتبہ ہیں۔
زیاد مغیرہ بن شعبہ کے کاتب تھے۔ اس کے بعد ابو موسےٰ کے کاتب رہے
ان کے بعد ابن عامر کے۔ پھر ابن عباس کے۔ یہ علیؓ کے ساتھ تھے۔ علیؓ نے ان
کو فارس کا حاکم مقرر کیا تھا۔ معاویہؓ نے اس پر عتاب کا خط لکھا۔ انہوں نے
جواب میں لکھا کہ تم مجھے ڈراتے ہو۔ باوجودیکہ ہمارے تمہارے درمیان علیؓ
بن ابی طالب ہیں۔ خدا کی قسم اگر میرے نزدیک تمہارا گزر ہو جائے تو مجھے سُرخ
(غضبناک) اور تیغ زبان پاؤ گے۔ پھر معاویہؓ نے ان کو بصرہ اور اس کے ملحقات
کا حاکم بنا دیا۔ اور جب مغیرہ بن شعبہ (حاکم بصرہ) انتقال کر گئے تو عراقین (کوفہ و
بصرہ) زیاد کے علاقے میں کر دیا۔ یہ پہلے شخص ہیں جن کو دونوں جگہ کی حکومت ملی۔

آٹھ برس تک حکومت کی۔ پانچ برس بصرہ میں اور تین برس کوفہ اور بصرہ میں۔
کوفہ میں ۵۳ھ میں انتقال کیا۔ (ابن قتیبہ نے ان کے ۲۱ لڑکوں کے نام دیئے
ہیں اور ۲۳ لڑکیاں بتائی ہیں) لڑکوں میں ابو حفص عبید اللہ کی نسبت بتایا
ہے کہ زیاد نے اس کی ماں مرجانہ کو شیرویہ اسواری سے عقد میں لایا تھا اس
نے اساورہ میں پرورش پائی تھی۔ معاویہ کی طرف سے خراسان کا حاکم تھا پھر
باپ کی جگہ عراقین کا۔ جب یزید مرگیا تو بصرہ والوں نے سرکشی کی اور اس کو
گھر سے نکال دیا۔ مسعود بن عمرو کی پناہ لی اور جب وہ مارا گیا تو شام چلا گیا اور
مروان سے جا ملا۔ مرج کی لڑائی میں یہ مروان کے ایک بازو پر تھا۔ مروان کو
جب فتح ہوئی تو پھر اس نے اسے کوفہ کا حاکم بنا دیا۔ جب یہ کوفہ کے قریب پہنچا
مختار نے اسے قتل کر دیا۔ اس کی کوئی اولاد نہیں۔ عاشورہ کے روز ۶۷ھ میں
قتل ہوا۔ ابن قتیبہ نے زیاد کے دوسرے بیٹوں اور ان کی اولاد کا بھی ذکر کیا ہے
جو بخوف طوالت ترک کیا جاتا ہے۔

تاریخ اسلام میں ص۱۱ میں مسطور ہے کہ مغیرہ بن شعبہ نے زیاد کو حسن تدبیر
سے امیر معاویہؓ کی اطاعت پر آمادہ کرلیا۔ اور یہ سنہ ۴۲ھ میں ان کے پاس چلا آیا
اور فارس کی آمد و خرچ کا جو حساب کتاب اس نے پیش کیا وہ آپ نے مان لیا
اور مغیرہ کی مدد کے لئے کوفہ بھیجدیا۔ پھر سنہ ھ میں بعض شہادتوں کی بنا پر کہ
ابو سفیانؓ نے زمانہ جاہلیت میں اس کی ماں کے ساتھ نکاح کیا تھا اسے اپنا
سوتیلا بھائی تسلیم کرلیا۔ زیاد کے ملنے سے امیر معاویہؓ کو ایک اور مدبر کی حمایت
حاصل ہوگئی۔ کوفہ کی شورش پسندی کو مغیرہ بن شعبہ نے درست کرلیا تھا اور بصرہ
کسی والی سے درست نہ ہوتا تھا۔ زیاد نے زورِ بیان و تلوار سے اہل بصرہ کو
ہموار کردیا۔ کرفیو لگا کر خلاف ورزی حکم کرنے والوں کو جب قتل کیا گیا اور حاکموں

کو دورانِ تقریر کنکر مارنے والوں کے جب ہاتھ کٹا دیئے۔ تو امن و امان قائم ہو گیا۔ پھر رعایا کے حفظِ جان و مال کی یہ کیفیت تھی کہ کوئی شخص راستہ کی گری پڑی چیز اٹھانے کی جرأت نہ کر سکتا تھا۔ تا آنکہ خود اس کا مالک آکر نہ اٹھاتا۔ راتوں کو عورتیں اپنے گھروں میں تنہا کواڑ کھول کر سوتی تھیں۔ زیاد کا دعویٰ تھا کہ اگر کوفہ سے خراسان تک رسی کا ایک ٹکڑا بھی ضائع ہو جائے تو مجھے معلوم ہو جائے گا کہ کس نے لیا۔ امیر معاویہؓ نے دمشق کے تمام بدمعاشوں کے نام درج رجسٹر کرائے تھے۔ زیاد نے جعفر بن قیس کو بدمعاشوں کی نگرانی پر مقرر کیا تھا۔

(ص۱۱۲ تاریخ اسلام)

(۴) **حضرت عمرو بن عاصؓ**۔ آپ سنہ ہجری کے آغاز سے ۴۷ برس پہلے پیدا ہوئے اور نوے برس کے سن میں ۴۳ھ میں وفات پائی (الکمال فی اسماء الرجال) آپ حضرت خالد بن ولید اور عثمانؓ بن ابی طلحہ (کلید بردار کعبہ) کے ساتھ مشرف با سلام ہوئے تھے۔ آرتھر گلمین انگریز مورخ نے (صلح حدیبیہ کے بعد جو مارچ میں ہوئی تھی) جن میں ان کا ایمان لانا لکھا ہے جو صفر ۸ھ کے مطابق ہوا۔ اس وقت آپ کی عمر ۵۴ برس کی تھی۔ ان کے فرزند عبداللہ (جن کے نام پر آپ کی کنیت ابو عبداللہ تھی) آپ سے صرف بارہ برس چھوٹے تھے اور آپ سے پہلے مشرف باسلام ہوئے تھے۔ باپ کے ساتھ صفین میں شریک تھے اور دو تلواریں چلاتے تھے۔ مگر مکے میں تھا۔ پھر یزید کی زندگی تک شام میں سکونت اختیار کی۔ جب وہ فوت ہو گیا تو مکے چلے آئے اور یہیں ۶۵ھ میں ۷۲ برس کی عمر میں وفات پائی۔ اس حساب سے سن ہجری سے ۸ برس پہلے پیدا ہوئے چونکہ والد سے صرف بارہ برس چھوٹے بتائے جاتے ہیں۔ اس لئے والد کی ولادت بیس برس قبل از ہجرت ہونی چاہیئے اور وقتِ وفات ۶۳ برس۔ ابن قتیبہ نے ۷۲ برس لکھی ہے

(عجیب خلجان ہے) عبداللہ کے عقد میں حضرت علیؓ کے چچازاد بھائی، عبداللہ بن عباسؓ کی بیٹی عمرہ تھیں۔ جو محمد کی والدہ تھیں۔ محمد کا بیٹا شعیب تھا اور ان کا عمرو۔ انہوں نے ایک مجلس میں اپنے دادا کی طرف سے صدقہ پچاس ہزار تقسیم کیا۔ عمرو کے موالی جن سے ایک دربان بھی تھا جس کے نام پر مصر میں ایک بازار سوق دردان ہے (کتاب المعارف صفحہ ۱۷۶) حضرت عمرو بن عاص کے باقی حالات تحت عنوان "حکیم اور ان کا تقرر" دیئے گئے ہیں۔

قریش میں علمبرداری فوج حضرت معاویہؓ کے خاندان میں تھی

حضرت معاویہؓ بھی خاندانِ قریش کے ایک نامور فرد تھے۔ اس خاندان (قریش) کی سارے عرب میں مذہبی حکومت تھی در دمانِ والاشان آل اللہ کہلاتا تھا کیونکہ کعبہ کی مجاورت اور کلید برداری انہی کے ہاتھ تھی۔ کعبہ کے متعلق فرائض انجام دینے اور قریش کی عظمت قائم رکھنے کے لئے افرادِ خاندان نے آپس میں تقسیم فرائض کر رکھی تھی چنانچہ (۱) حجابہ کعبہ کی کلید برداری اور تولیت عثمانؓ بن طلحہ کے سپرد تھی۔ یہ ابتداء میں رسول اللہ صلعم کی تبلیغ توحید کی وجہ سے دوسرے قریشیوں کی طرح مخالف ہو گئے کیونکہ انہیں بھی اپنے عہدے کے چھن جانے کا موہوم خطرہ تھا۔ جب یہ ایمان لے آئے تو حضورؐ نے بروز فتح مکہ ۸ھ خانہ کعبہ کی چابی انہیں سپرد کر دی اور فرمایا کہ تم سے جو اسے چھینے گا وہ ظالم ہوگا چنانچہ وہ چابی آج تک انہی کے خاندان کے پاس ہے جو شیبی کہلاتا ہے۔ (۲) رفادہ غریب حجاج کی خبر گیری۔ خاندان نوفل کے فرد حرث بن عامر کے متعلق تھے (۳) سقایہ حجاج کے پانی پلانے کا انتظام۔ خاندان ہاشم کے بزرگ حضرت عباسؓ عم رسول کے سپرد تھا۔ (۴) مشورہ؛۔ یزید بن ربیعۃ الاسود کے متعلق تھا جو خاندان اسد کے فرد تھے

(۵) دیات مغارم۔ خون بہا کا فیصلہ کرنا خاندان تیم کے فرد فرید حضرت ابو بکرؓ کے سپرد تھا۔

(۶) عقاب:۔ علم برداری ابو سفیان بن حرب از خاندان امیہ کے ہاتھ میں تھی

(۷) قبہ:۔ خیمہ و لشکر گاہ کا انتظام اور سواروں کی افسری۔ حضرت خالدؓ کے والد ولید کے سپرد تھا۔

(۸) سفارت و منافرت:۔ سفیر ہو کر جانا اور جن قبیلوں میں یہ نزاع پیش آئے کہ زیادہ شریف کون ہے اس کا فیصلہ کرنا حضرت عمرؓ کے اختیار میں تھا۔

(۹) ازلام و ایسار:۔ محکمہ فال کا انتظام۔ خاندانِ جمح کے فرد صفوان بن امیہ کرتے تھے۔

(۱۰) اموال:۔ مہتمم خزانہ حرث بن قیس از خاندان سہم تھے۔ (ماخوذ از سیرت النبی مصنفہ شبلی مرحوم) اس فہرست سے معلوم ہوا کہ زمانہ قبل از اسلام سے فوج کی سپہ سالاری کا عہدہ خاندان حضرت معاویہؓ کے ہاتھ تھا جو لڑائیاں اس زمانے میں قریش اور دوسرے خاندانوں کے درمیان ہوئیں۔ ان میں حضرت معاویہؓ کے دادا حرب بن امیہ ہی سالارِ فوج قریش تھے پھر ان کے بعد یہ عہدہ امیر معاویہؓ کے والد ابو سفیانؓ حرب کو سپرد ہوا ابو سفیانؓ کی اسلام دشمنی کا ایک سبب ان کے عہدہ کی ذمہ داری بھی تھی۔ مسلمانوں کے علاوہ اگر کسی اور جماعت سے قریش کا مقابلہ ہوتا تو اس میں ابو سفیان ایسی ہی سرگرمی سے کام کرتے جیسا کہ احد میں کیا ورنہ بنی امیہ کو بنی ہاشم یا آنحضرت صلعم سے کوئی خاندانی عناد نہ تھا۔ البتہ وہ عام سرداران قریش کی طرح اسلام اور مسلمانوں کے دشمن تھے۔

دونوں خاندانوں میں رشتہ داریاں اور عزیزانہ تعلقات تھے چنانچہ حضور صلعم

کی تین صاحبزادیاں بنی امیہ ہی کے خاندان میں بیاہی ہوئی تھیں۔ اور حضورؐ کی اہل بیت رسیدہ ام حبیبہؓ ام المومنینؓ، حضرت معاویہؓ کی بہن تھیں۔

حضرت معاویہؓ کی فتوحات

حضرت معاویہؓ، حضرت ابو سفیانؓ بن حرب کے گھر ۲۲ برس قبل ہجرت حضرت ہند بنت عتبہ کے بطن سے مکہ میں پیدا ہوئے۔ ۸ھ میں بعمر ۳۰ سال مشرف باسلام ہونے سے پہلے اپنے آبائی دین پر رہے حضرت علیؓ لڑکپن میں ایمان لائے اور یہ جوانی میں جبکہ باعقل وشعور تھے۔ کفار مکہ اور مسلمانوں میں جو لڑائیاں ہوئیں ان میں ان کا کوئی ذکر نہیں۔ تاریخ اسلام میں لکھا ہے کہ غالباً اس کا سبب کم سنی تھی۔ بدر کی لڑائی ۱۷ ربیع الاول ۲ھ کو ہوئی جو سب سے پہلی لڑائی تھی۔ اس وقت حضرت معاویہؓ کی عمر ۲۴ برس کی تھی۔ اس لئے ان کا جنگ میں حصہ نہ لینا صغر سنی کی وجہ سے نہیں ہو سکتا لہٰذا یہی کہنا پڑتا ہے کہ چونکہ آپ بڑے ذکی وفہیم تھے اور دل سے رسول اللہ صلعم کی عظمت کے قائل لہٰذا کسی جنگ میں حصہ نہیں لیا۔ جب مشرف باسلام ہوئے تو رسول اللہ صلعم نے ان کو کتابت وحی کی خدمت سپرد کی (تاریخ اسلام حصہ دوم صلا)

عہد صدیق اکبرؓ میں ان کی خدمات دینی کا آغاز ہوا۔ جہادِ شام میں ان کے بھائی یزید فوج کے ایک حصے کی سالار تھے۔ ان کے ساتھ ان کے جو ہر کارکردگی ظاہر ہوئے۔ اور لشکرِ اسلامی کی قیادت بھی باحسن وجود سرانجام دی بیروت۔ عرقہ اور صیدا کی کمان انہی کے ہاتھ تھی اور عرقہ تمام وکمال انہی کی ہمت مردانہ سے فتح ہوا (فتوح البلدان بلاذری ص۱۳۳) ساحلی علاقے کے بہت سے قلعوں کے یہی فاتحہ ہیں۔ قیساریہ کے جہاد میں مسلمان اسی ہزار

رومیوں کو مار کر کامیاب ہوئے وہ انہی (معاویہؓ) کی کوششوں کا ثمرہ تھا۔ (طبری ص۲۳۹۷)

جب حضرت یزیدؓ فوت ہو گئے تو حضرت فاروق اعظمؓ نے ان کی جگہ حضرت معاویہؓ کو دمشق کا والی مقرر فرمایا (استیعاب ج اوّل ص۲۱) ان کے حسنِ کار کو دیکھ کر حضرت ذوالنورینؓ نے پورا شام ان کے زیرِ انتظام کر دیا۔ اس تفویضِ کار پر بھی انہوں نے بڑے بڑے عظیم الشان کارنامے دکھائے جن کا مختصر بیان یہ ہے کہ حضرت معاویہؓ نے شام کے تمام سرحدی علاقوں کو مسخر فرما کر ملک کو رومیوں کے حملوں سے محفوظ کر دیا۔ اور طرابلس کو بھی سر کیا۔ عموریہ کی تسخیر کے لئے فوج بھیجی۔ ملطیہ پر قابض ہوئے اور حضرت عثمانؓ کی اجازت سے بحری بیڑا تیار کر کے جزیرۂ قبرص فتح کیا۔ چونکہ مسلمانوں کے پاس بحری بیڑا نہ تھا اس لئے وہ رومیوں سے بحری جنگ نہیں کر سکتے تھے۔ اس کمی کو حضرت معاویہؓ نے پورا کیا اور ایک عظیم الشان بیڑا تیار فرمایا جس سے مسلمانوں کی بحری قوت بھی مضبوط ہو گئی یہ اس وقت کے کارنامے ہیں جب وہ محض ایک ملک، شام کے گورنر تھے۔ حضرت علیؓ کی شہادت اور امام حسنؓ کے خلع خلافت اور ان کو تختِ خلافت سپرد کر دینے کے بعد حضرت معاویہؓ تمام اسلامی دنیا کے خود مختار خلیفہ بن گئے۔

اپنے زمانۂ خلافت میں حضرت معاویہؓ نے عہدِ ذوالنورینؓ کی فتوحات پر بہت اضافہ کیا چنانچہ دو طرف سے ہندوستان پر فوج کشی کی۔ ایک قدیم راستہ سندھ سے اور ۴۴ھ میں خیبر کی راہ سے۔ کابل سے گزر کر مہلب بن ابی صفرہ نے ہندوستان کی سرزمین میں قدم رکھا۔ اور مخاصمین کو شکست دیتا ہوا قیقان (قلات) کی طرف بڑھا۔ ترک سواروں نے مقابلہ کیا اور مارے گئے۔ مہلب

مالِ غنیمت لے کر لوٹ آیا۔

قندھار بھی اسی زمانے میں فتح ہوا۔ سنہ ۵۳ھ میں عبیداللہ بن زیاد خراسان کا والی مقرر ہوا۔ بڑا باحوصلہ شخص تھا۔ (افسوس یہ حوصلہ واقعۂ کربلا میں اس کی بدنامی اور قتل کا باعث ہوا) اس نے سرزمین ترکستان کو جولانگاہ بنایا اور بخارا کے کوہستانی علاقہ کو عبور کر کے رامتنی، نسف اور بیکند فتح کیے۔

حضرت معاویہؓ کے عہد کی فتوحات کا سلسلہ بہت طویل ہے تفصیل کی اس کتاب میں گنجائش نہیں۔ عنوانات پر اکتفا کیا جاتا ہے۔

(۱) شمالی افریقہ کی فتوحات کا سلسلہ سنہ ۲۷ھ سے ۵۵ھ تک جاری رہا۔ ان میں عقبہ بن نافع، معاویہؓ بن خدیج، رویفع بن ثابت انصاری۔ عبداللہ بن عمرؓ، عبداللہ بن زبیرؓ اور عبدالملک نے جوانمردی کے جوہر دکھلائے۔

مسٹر لین پول لکھتے ہیں کہ بربری آبادی ایران کے ساسانی اور شام و مصر کے یونانی (گریک) عیش پسند باشندوں کی طرح آسانی سے حلقہ بگوش ہونے والی نہ تھی سنہ ۵۰ھ میں ایک شہر قیروان بسا کر اسے (عہد معاویہؓ میں) مفتوحاتِ افریقہ کا دار الحکومت بنایا گیا۔ ۴۹ھ میں سائپرس مطیع ہوا۔ ۵۴ھ میں قسطنطنیہ کا محاصرہ ہوا۔ (اس سے آگے مسٹر لین پول نے بنی امیہ کے عہد کی بڑی بڑی فتوحات کا ذکر کیا ہے جو عہدِ معاویہؓ کے بعد کے واقعات ہیں اس لئے ترک کئے جاتے ہیں) سنہ ۵۳ھ میں جنادہ بن امیہ نے بڑا سرسبز اور شاداب و پُر اثمار جزیرہ روڈس فتح کیا اور اسلامی آبادی قائم کی سنہ ۵۴ھ میں جزیرہ اروادا مسخر ہوا سسلی اور کریٹ پر بھی حملے کئے جو بعد ازاں ختم ہوئے۔

باغیوں کی سرکوبی۔ حضرت معاویہؓ کے عہد میں دور دست علاقوں بلخ، ہیروت، بادغیس، کابل، طخارستان، رخج، غزنین اور غور کے باشندوں نے

سر اٹھایا مگر انہیں مغلوب کر کے پھر سے اسلامی تسلط قائم کیا گیا۔

خارجیوں کی شورش ہماسی کتاب میں دوسری جگہ بیان کر دیا گیا ہے کہ خارجی وہ لوگ کہلائے جو شیعان علیؓ سے خارج ہو کر نہ صرف حضرت علیؓ کے بلکہ حضرت معاویہؓ اور عمرو بن عاصؓ کے بھی دشمن بن گئے تھے اور انہیں قتل کرنے نکلے تھے مگر ان کی زد میں صرف حضرت علیؓ آئے۔ یہ لوگ اپنے عقائد میں بڑے پختہ، بڑے بہادر اور جانباز تھے۔ تقیہ تر دافعہ کربلا کے بعد مگر اگیہ وہ اس سے ناآشنا تھے۔ شیعے اور خارجی بزرگانِ دین کی بدگوئی میں برابر ہیں مفرق صرف یہ ہے کہ خارجیوں کی زبان و دل ایک ہے اور وہ اسلام کی شوکت کے موید ہیں حضرت صدیق اکبرؓ اور فاروق اعظمؓ کے دل سے غلام ہیں کیونکہ انہوں نے عمر بڑھائے کلمۃ الحق اور خدمتِ دین میں بسر کر دی اور اسلام کو کل ادیان پر غالب کر دیا۔ شیعے تو کہتے ہیں کہ رسولِ خدا صلعم کے انتقال کرنے کے ساتھ ہی سب مسلمان معاذ اللہ مرتد ہو گئے اور جو تین چار مومن رہے وہ تقیہ شعار تھے۔ زندگی بے کسی اور بے بسی میں گزار دی اور دوسروں کے محکوم رہے اتنا بھی نہ کر سکے کہ حضرت علیؓ کی مدد کرتے اور خلافت دلا دیتے۔ برخلاف ان کے خارجی جن کے خلاف تھے بڑی دلیری سے لڑے اور اُن پر جانیں قربان کر دیں۔ شیعے ان کے دلائل کے سامنے لاجواب رہے ان کا ہر جگہ سنیوں نے مقابلہ کیا اور حضرت علیؓ اور ان کے اہل بیت الزامات کا جواب مناقب بیان کر کے دیتے رہے نہ حضرت علیؓ ان کو مٹا سکے نہ حضرت معاویہؓ نہ بعد میں آنے والے سلاطین۔ انہوں نے باوجود قلت تعداد بڑی شجاعت دکھائی اور کئی بار صف آرا ہو کر شکستیں دیں۔ عہد حضرت معاویہؓ میں اگر کسی نے اُن کے دانت کھٹے کئے تو وہ مغیرہ بن شعبہ والئے کوفہ تھے

پھر بھی خارجی ہمت ہار کر نہ بیٹھے مگر اُن کا زور ٹوٹ گیا! تو معقل اور مستورد کی باہمی جنگ سے ٹوٹا۔ ان کی بڑی تعداد کام آئی۔ اور کچھ عرصہ کے لئے وہ خاموش ہو گئے اور خلیفہ عبدالملک کے زمانے میں اور ان کے بعد پھر اُبھرے۔

جہادِ قسطنطنیہ:۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی حدیث درج بخاری شریف ہے کہ وہ فوج بخشی بخشائی ہے جو قسطنطنیہ پر جہاد کرے گی۔ اسی بشارت نبوی سے مبشر ہونے کے لئے حضرت معاویہؓ نے بڑے اہتمام سے اس پر فوج کشی کی۔ اس فوج میں عبداللہ بن عمرؓ، عبداللہ بن عباسؓ اور میزبانِ رسولؐ حضرت ابوایوب انصاریؓ اور حسینؓ بھی یزید بن معاویہؓ کے ساتھ شریک تھے۔

مسلمان نشیب میں ٹھہرا ہونے کی وجہ سے رومیوں کی آتش زنی کا نشانہ بنتے رہے جو بلند اور سنگین فصیل پر چھپے ہوئے تھے۔ لہٰذا مسلمانوں کو نقصان اٹھانا پڑا۔ حضرت ابوایوبؓ بھی یہیں وفات ہوئے اور یزید نے ان کی وصیت کے مطابق فوج اسلامی کی آخری مقام اقدام پر زیر فصیل ان کو دفن کیا اور یزید نے رومیوں کو کہلا بھیجا کہ اگر تم نے ان کے مزار کی ذرا بھی بے ادبی کی تو اسلامی قلمرو کے حدود میں ناقوس نہیں بج سکے گا (ابن اثیر جلد ۳ صفحہ ۱۸۲) بہر حال قسطنطنیہ فتح نہ ہو سکا۔ یہ سعادت ترکی سلطان محمد ثانی کی قسمت تھی جس نے ۸۵۷ھ / ۱۴۵۳ء میں یہ شہر فتح کیا۔ اور اب تک ترک مسلمانوں کے قبضہ میں ہے۔ سلاطینِ عثمانی کی رسم تاجپوشی حضرت ابوایوب انصاری کے مقبرہ کی متصلہ مسجد میں ادا ہوتی رہی ہے حضرت معاویہؓ

کے قسطنطنیہ پر حملہ کے بعد آٹھ سو سال سے زیادہ عرصہ گزر چکا تھا سلطان محمد فاتح نے مزار کا پتہ ایک صاحب باطن بزرگ سے لگوایا جن کی دعاؤں سے شہر فتح ہوا تھا۔ (یہ بات مجھے ڈاکٹر اقبال مرحوم نے بتائی تھی) اور ما بعد یہ مقبرہ تعمیر کیا۔ واقعہ کربلا کے منکر مرزا حیرت دہلوی نے مجھے بتایا تھا کہ وہاں مقام حسینؓ موجود ہے جو اس حقیقت کا شاہد ہے کہ امام حسینؓ وہیں فوت ہوئے تھے واللہ اعلم بالصواب) حضرت معاویہؓ ہی کے عہد میں روڈس اور کئی جزیرے فتح ہوئے سسلی پر حملہ ہوا مگر فتح نہ ہو سکا۔

سیدنا معاویہؓ

شخصیت و کردار

مؤلفہ مولانا حکیم محمود احمد صاحب ظفر سیالکوٹی

پیش لفظ مولانا امین احسن اصلاحی

خال المومنین کاتب وحی امیر المومنین سیدنا معاویہؓ کی شخصیت و کردار اور واقعات زندگی پر محققانہ تبصرہ۔

قیمت دس روپے علاوہ ڈاک خرچ

حضرت معاویہؓ کی وفات رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے حسن عقیدت اور اولاد کا بیان!

حضرت معاویہؓ نے ۲۰ھ سے ۴۱ھ تک شام کے حاکم اور ۶۰ھ تک تمام ممالک اسلامی کے خلیفہ رہ چکنے کے بعد ایک پھوڑے کے نکلنے سے دمشق میں وفات پائی۔ وقتِ وفات وہ تمام عرب۔ عراق شام۔ مصر طرابلس سوڈان ایران خورستان۔ تستر۔ افغانستان سندھ۔ بخارا۔ سمرقند۔ طبرستان۔ کرمان سجستان الجزیرہ۔ قبرص۔ آرمینہ۔ ازمش روم! الغرض اس بہت بڑی پرامن سلطنت کے مالک تھے جو اصحاب ثلاثہ (حضرت ابوبکرؓ۔ حضرت عمرؓ اور عثمانؓ) کی خلافت اور ان کے اپنے عہد میں حاصل ہوئی تھی۔ حضرت علیؓ نے پانچ سال خلیفہ رہے مگر ان کا وقت مسلمانوں ہی سے لڑتے گزر گیا جس کی وجہ شیعان کوفہ کی غداری اور ابنِ سبا کی مفسدہ پردازی تھی۔ لہٰذا حضرت علیؓ قابلِ الزام نہیں قرار دیئے جا سکتے حضرت معاویہؓ کے بھائی مختلف اوقات میں کہاں کہاں کے گورنر رہے درج ذیل ہے: یزید و عمرو بن ابوسفیانؓ۔ شام کے۔ محمد بن ابوسفیانؓ مدینہ کے عتبہ بن ابوسفیانؓ مصر کے اور ان کے بیٹے معاویہؓ مدینہ کے زیاد بن ابوسفیانؓ فارس کے۔ زیاد کے بیٹے ابوحفص را عبیداللہ خراسان و عراقین کے ابوخالد

عبیداللہ اور ابوحرب خراسان کے ابو حرب عباد اور یزید بن زیاد سجستان کے اور ابو عبیدہ کابل کے۔

ہم پہلے بھی بیان کر آئے ہیں کہ بنی امیہ میں جہانداری اور رعایا پروری کی خاص قابلیت تھی اس لئے جہاں وہ حاکم رہے وہاں کے لوگ ان سے بہت خوش رہے اور کسی قسم کا فتنہ و فساد نہیں پھیلا۔ اگر ان کو زوال آیا تو اپنے بھائیوں بنو عباس ہی کے ہاتھوں سے آیا جنہوں نے اپنے عہد میں علوم و فنون میں بے شک بڑی ترقی کی مگر کشور کشائی اور جہانبانی میں وہ بنی امیہ کی برابری نہیں کر سکے ہسپانیہ کو ۹۱ھ مسلمانوں نے فتح کیا ۱۳۸ھ تک دمشق کے خلفائے بنو امیہ اپنے گورنروں کے ذریعے اس پر حکمران رہے عباسیوں کی قتل و خونریزی سے جو چند بنی امیہ باقی رہ گئے تھے ان میں سے ایک خلیفہ دہم ہشام بن عبدالملک بن مروان کا پوتا عبدالرحمٰن بن معاویہؓ بھی تھا ۱۳۸ھ میں ہسپانیہ کے مسلمانوں نے اس کی بیعت کی اور عباسی سپاہ کو شکست دے کر ہسپین کا خود مختار خلیفہ بن گیا اور سلطنت کو ایسا مضبوط کیا کہ ہسپانیہ میں بنی امیہ ۴۲۲ھ تک بڑی شان و شوکت سے حکومت کرتے رہے اور ان کے بعد مسلمانوں کے مختلف قبائل کی ۸۹۷ھ تک غرناطہ وغیرہ میں حکومت رہی جس کے بعد عیسائیوں نے مسلمانوں کی خانہ جنگیوں سے فائدہ اٹھا کر یورش کی اور اسپین میں نہ صرف مسلمانوں کی سلطنت کا خاتمہ کر دیا بلکہ ان کی ہستی ہی کو مٹا دیا چنانچہ آج وہاں ایک بھی مسلمان نظر نہیں آتا اور یہ ایک ایسا ظلم ہے جس کی مثال تاریخ عالم میں نہیں مل سکتی۔

خیر یہ ایک جملہ معترضہ تھا۔ حضرت معاویہؓ جب فوت ہونے لگے تو آپ کے پاس حضور نبی علیہ السلام کے بال اور ناخن تھے جو آپ نے بطور تبرک رکھے ہوئے

تھے آپ نے وصیت کی کہ یہ تبرکات میرے منہ اور آنکھوں میں رکھ دینا اور مجھ کو قبر میں سپردِ خدا کر دینا جس شخص کے دل میں حضور علیہ السلام کے ناخن اور بالوں کی اتنی حرمت و عظمت تھی وہ ان کے بال بچوں پر کبھی سختی کر سکتا تھا؟ ہرگز نہیں حضور علیہ السّلام نے کعب شاعر کو قصیدہ بانت سعاد سن کر اپنی چادر مبارک عطا فرمائی تھی۔ اس چادر کی قدر و قیمت اگر کسی نے پہچانی تو وہ یہی حضرت معاویہؓ تھے جنہوں نے تیس ہزار درہم دے کر اسے کعب کے وارثوں سے لے لیا اور اب تک وہ چادر سلطان روم کے توشہ خانہ میں موجود ہے حضرت معاویہؓ کے بیٹے۔ عبدالرحمٰن، یزید اور عبداللہ تھے اور بیٹیاں ہند رملہ اور صفیہ تھیں۔ عبدالرحمٰن لاولد فوت ہوئے۔ عبداللہ کی صرف ایک بیٹی عاتکہ نامی تھی جس کا عقد یزید بن عبدالملک سے ہوا تھا۔

بنی اُمیہ پر مظالم کے واقعات

بنی امیہ اور ہاشمی ایک ہی دادا عبد مناف بن قصیٰ کی اولاد سے تھے۔ دونوں نے علم و عمل سے اسلام کی ترقی میں کوشش کی تھی۔ فتوحات روم و عجم میں حضرت علیؓ کے مشورے اور حضرت ابوسفیانؓ اور ان کے خاندان کی مساعی کا بہت حصّہ تھا۔ حضرت عثمانؓ کو شہید کرنے والا جو ابن سبا کا منافق گروہ تھا اس نے رسولِ خدا صلعم کی رحلت پر ہی ارتداد اختیار کر لیا تھا جسے صدیق اکبرؓ کی ہمتِ خداداد نے دبا دیا۔ حضرت فاروقِ اعظمؓ کی مضبوط خلافت میں اسے فتنہ انگیزی کی جرأت نہیں ہوئی۔ ہاں خفیہ سازش سے انہیں نماز پڑھنے کی حالت میں مسجد نبوی میں شہید کرا دیا حضرت عثمانؓ نرم دل اور صاحب علم و حیا تھے۔ ان کے عہد میں مزید فتوحات سے منافق جھلائے

اور درپردہ منافرت کا جال پھیلایا اور انہیں اس وقت شہید کرادیا جبکہ وہ قرآن مجید کی تلاوت میں مشغول اور بوڑھے تھے۔ پھر حضرت علیؓ کو حضرت معاویہؓ اور ام المومنین سیدہ عائشہؓ سے لڑوایا اور امام حسینؓ کو دعوت دے کر بلایا اور کربلا میں شہید کرایا۔ پھر بھی ان کے علی الرغم حکومت عرب مسلمانوں و بنی امیہ ہی کی رہی۔ جن کی ہمت اور خوش تدبیری سے مسلمانوں کی ایشیا اور یورپ میں حکومت قائم ہوئی۔ یعنی ادھر سندھ و ہند میں ان کے قدم جمے اور ادھر سپین وغیرہ میں۔ بقول مسٹر لین پول۔

"خلفاء کی سلطنت عروج کے زمانے میں بحرالکاہل سے دریائے انڈس (سندھ) اور سپین سے دریائے نیل کی آبشاروں تک پھیل گئی"

منافقوں نے رخنہ اندازی شروع رکھی اور بنی ہاشم (عباسیوں) کو ورغلا کر بنی امیہ کا ایشیا میں استیصال کرایا مگر یورپ میں بنی امیہ ہی صدیوں تک حکمران رہے۔ ان کا زریں عہد عرب و عجم میں حضرت عثمانؓ کے زمانہ سمیت ۲۴ھ سے ۱۳۲ھ تک رہا۔ اس میں سے حضرت علیؓ کا پنج سالہ زمانہ جنگی کا عہد نکال کر باقی تقریباً ۱۰۴ برس رہے۔ حضرت عثمانؓ کے عہد کے بارہ برس خلافت راشدہ میں شمار کرنے سے باقی تقریباً ۹۲ سال بنی امیہ کا دورِ حکومت بچتا ہے۔

بنی عباس کے دلوں میں سخت دشمنی کا بیج بویا گیا تھا اور ان کے عہد حکمرانی ۱۳۲ھ سے ۶۵۶ھ تک یعنی سوا پانچ سو سال میں بنی امیہ کے خلاف عجمیوں کے اثر سے جو زہریلا مواد جمع کیا گیا وہ کس طرح قابل قبول ہو سکتا ہے۔ تاریخ اسلام میں ابوالفداء جلد اول ص ۲۱۲ کے حوالے سے جو مضمون صفحہ ۱۴۱ پر لکھا گیا ہے وہ حقیقتِ حال پر شاہد عدل ہے:۔

"بنی امیہ سے بنی عباس کی نفرت وعداوت کا یہ حال تھا کہ آخری اموی فرمانروا مروان الحمار (گدھے جیسا سخت کوش) کی شکست کے بعد خاندان بنی امیہ کے نوے افراد گرفتار ہوئے۔ یہ غریب کھانا کھانے کیلئے جمع کیے گئے عین اس وقت بنی ہاشم کے ایک معمولی غلام شبل بن عبداللہ نے بنی امیہ پر اشتعال دلانے والے چند اشعار پڑھ دیئے۔ انہیں سن کر سفاح عباسی بانی دولتِ عباسیہ کے چچا عبداللہ بن علی نے اسی وقت کل اموی قیدیوں کو خیمہ کی چوبوں سے پٹوا کر مروا ڈالا۔ اور نیم بسمل لاشوں کے ڈھیر پر دسترخوان بچھوا کر کھانا کھایا؟ اور زیرِ فرش کے نیچے سے دم توڑنے والوں کی سسکیوں کی آواز آرہی تھی۔ ان کے علاوہ جہاں جہاں اموی ملے، ڈھونڈ ڈھونڈ کر قتل کئے گئے۔ صرف شیرخوار بچے اور وہ لوگ بچے جنہوں نے بھاگ کر اسپین میں پناہ لی۔ یہ تو زندوں کے ساتھ سلوک ہوا، مُردوں کے ساتھ جو کچھ ہوا وہ اس سے بھی زیادہ عبرت آموز ہے۔ تمام خلفاء بنی امیہ کی قبریں کھدوا اور ان کی ہڈیاں نکلوا کر پھنکوا دیں، ہشام (بن عبدالملک متوفی ۱۲۵ھ بعد حکومت ۱۹½ سال بعمر ۵۵ برس) کی لاش سالم نکلی (یعنی اس کی وفات سے سات برس سے زیادہ بعد) اسے سولی پہ لٹکا کر آگ میں جلوا دیا گیا"

"بنی امیہ کے ساتھ جن لوگوں کی دشمنی کا یہ حال ہو ان کے بارہ میں ان کے عہد کے مشتہر کردہ واقعات اور ان کے عہد کی مرتب کردہ تاریخوں کا کیا اعتبار مسلمان مؤرخین کی ہمت پھر بھی لائق ستائش ہے کہ ان حالات میں بھی انہوں نے جرأت وصداقت سے کام لے کر ان واقعات کے ساتھ ساتھ بنی امیہ کے محاسن بھی قلم بند کر دیئے"

"بنی امیہ کے متعلق غلط روایات کے اندراج کا سبب یہ بھی ہے کہ اس زمانہ میں شیعہ و سنی اختلافات نے یہ شکل اختیار نہ کی تھی۔ اسکی حیثیت زیادہ تر پولیٹیکل تھی۔ اس پر مذہب کا رنگ اتنا گہرا نہ چڑھا تھا اس سے بعض محدثین تک ان کی روایتیں قبول کرتے تھے، چنانچہ صحاح میں بھی ان کی روایتیں ہیں۔ اس لئے بنی امیہ کے متعلق بھی ان کے بیانات کتابوں میں داخل ہو گئے۔ گو شیعہ ہونا بے اعتباری کی دلیل نہیں ہے (پھر بھی جب کہ اُن کے دین کا $\frac{9}{10}$ حصہ تقیہ ہو) لیکن یہ ظاہر ہے کہ بنی امیہ کے بارے میں ان کے بیانات کا کیا درجہ ہو گا۔"

ضروری التماس

برادرانِ اسلام - ہمیں جہاں تک معتبر تاریخوں سے معلوم ہوا حضرت معاویہؓ کی نسبت صحیح واقعات تحریر کر دیئے اس سے پہلے جنہوں نے ان کے سوانح قلمبند کئے ان میں سے بعض نے روشن پہلو دکھا کر تاریک پہلو بھی ظاہر کرنے کی کوشش کی ہے۔ مگر ہم نہ چور ہیں نہ بوم ہیں کہ تاریکی پسند ہوں۔ روشنی کے زمانہ میں روشن دماغوں کو اندھیرے سے کیا کام ہے

نہ شبم نہ شب پرستم کہ حدیث خواب گویم ہمہ آفتاب ہستم ہمہ ز آفتاب گویم

علاوہ ازیں ہماری کیا حیثیت ہے کہ ہم اُس زمانہ کے بزرگوں پر جو خیر القرون قرنی کی ذیل میں آتے ہیں زبان طعن دراز کریں۔ ہمیں اچھی باتوں کی اشاعت کرنی اور بری باتوں کا ذکر نہ کرنا لازم ہے اگر حضرت علیؓ اور حضرت معاویہؓ یا امام حسینؓ اور یزید میں لڑائی جھگڑا ہوا تو اس کے وہ جواب دہ اور ذمہ دار ہیں ہمیں اس توتو میں میں سے کیا حاصل وہ بھائی بھائی تھے بھائیوں میں لڑائی جھگڑے ہوا ہی کرتے ہیں غیروں کو دخل در معقولات کی کیا ضرورت۔ دیکھو آج کل معاویہؓ اور یزید کے نام سے بھی نفرت کی جاتی ہے۔ مگر اماموں کو ان سے نفرت نہ تھی چنانچہ حضرت عقیلؓ اور حضرت علیؓ کے ایک بیٹے کا نام یزید تھا صاحب ذوالفقار کے بھتیجے عبداللہ بن جعفرؓ طیار کے بیٹے کا نام معاویہ تھا اور پوتے کا یزید۔ حضرت امام حسینؓ کے ایک بیٹے کا نام بھی یزید تھا۔ حضرت عباس علمدار ابنِ حیدر کرارؓ نے بھی نہایت عقیدت سے اپنے بیٹے کو معاویہؓ کے نام

سے موسوم کیا جنہوں نے اپنے فرزند کا نام یزید رکھا ان کے تو آپس میں یہ تعلقات تھے مگر ہم ہیں کہ ان کی دشمنوں کے قصے گھڑ گھڑ کر ناحق دست وگریبان ہوتے ہیں۔

تِلْكَ اُمَّةٌ قَدْ خَلَتْ لَهَا مَا كَسَبَتْ وَلَكُمْ مَا كَسَبْتُمْ وَلَا تُسْئَلُوْنَ عَمَّا كَانُوْا يَعْمَلُوْنَ ۝ ہمارے اعمال ہمارے پیش ہوں گے اور ان کے اعمال ان کے سامنے ہیں ان کے اعمال کی پرسش نہیں ہو گی حضرت امام اعظمؒ سے لوگوں نے پوچھا کہ حضرت علیؓ حق پر تھے یا حضرت معاویہؓ تو آپ نے جواب دیا تھا کہ ابو حنیفہ سے قیامت کے دن یہ سوال نہیں ہو گا لہٰذا میں ان کے متعلق غلجان میں کیوں پڑوں۔

صاحبو! جو وقت تم بدگوئی میں صرف کرتے ہو وہی ذکر الٰہی میں صرف کرو تو تمہارے کام آئے۔ سب وشتم اور دشنام دہی سے ہمیشہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور حضرت علیؓ نے منع فرمایا ہے ایسی باتوں سے سوائے اس کے کہ نفاق بڑھے اور نامۂ اعمال سیاہ ہو اور کچھ حاصل نہیں۔ خدا کے لئے سمجھ جاؤ اور تبرا بازی سے باز آجاؤ۔ وما علینا الا البلاغ۔

عقائدِ اہل سنّت والجماعت متعلقہ صحابۂ کرام علیہم الرضوان وغیرہ

مسلمانوں کا سوادِ اعظم یعنی بڑا گروہ اہل سنت وجماعت کہلاتا ہے اس گروہ کا وہی مذہب ہے جو تمام صحابہ کرام و ائمہ عظام کا تھا اسی میں حضرت علیؓ اور دوسرے امام بھی شامل ہیں گو ہمارے شیعہ بھائی کھینچ تان کر ان کو تقیہ کا پابند بتائیں مگر حقیقت چھپی نہیں رہ سکتی۔ خدا نے غلبہ اور کامیابی اسی گروہ کی قسمت میں لکھی ہے آج تک جتنے نامور فاتح۔ بادشاہ علماء و فضلاء و صلحاء ہوئے ہیں سب اہل سنت والجماعت ہی سے ہوئے ہیں ان کے مخالفین کسی بات پر فخر نہیں کر سکتے۔ حضرت علیؓ کا نہج البلاغۃ میں صاف حکم منقول ہے کہ سوادِ اعظم کو لازم پکڑو کیوں کہ اللہ کا ہاتھ جماعت پر ہوتا ہے اور جو جماعت سے الگ ہو جاتا ہے وہ شیطان کے حصّہ میں اسی طرح آجاتا ہے جس طرح گلہ سے الگ ہوئی ہوئی بکری بھیڑیئے کا لقمہ بن جاتی ہے الحمد للہ کہ مطابق ارشاد حضرت علی کرم اللہ وجہہ ہم اہل سنت والجماعت سوادِ اعظم میں داخل ہیں اور ہم پر شیطان تسلط نہیں پا سکتا۔

اہل سنت والجماعت کو صحابہ کرامؓ کی نسبت جو ان کا مذہب ہے وہ ذہن نشین رکھنا چاہیئے اور وہ یہ ہے کہ (۱) رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے اصحابؓ ساری امت سے بلند مرتبہ ہیں (۲) ان صحابہؓ سے چاروں خلیفے حضرت ابوبکر صدیقؓ حضرت عمر فاروقؓ حضرت عثمان غنیؓ اور حضرت علی شیر خدا افضل ہیں۔ اور ان کی فضیلت خلافت کی ترتیب سے ہے یعنی اوّل درجہ پر حضرت صدیقؓ اور چوتھے درجہ پر حضرت علیؓ پھر ان کے بعد باقی چھ اصحاب عشرہ مبشرہ افضل

ہیں۔ عشرہ مبشرہ ان دس اصحاب کو کہتے ہیں جن کی نسبت حضور صلعم صلی اللہ علیہ وسلم نے بارہا فرمایا ہے کہ وہ قطعی جنتی ہیں اور وہ رسول اللہ کے چاروں یار اور طلحہؓ، زبیرؓ، ابو عبیدہؓ بن جراح، عبدالرحمٰنؓ بن عوف، سعدؓ بن ابی وقاص اور سعیدؓ بن زید ہیں (۴) پھر وہ اصحاب افضل ہیں جو غزوہ بدر میں شریک تھے۔ (۵) پھر وہ جو اُحد کے جہاد میں شامل ہوئے (۶) پھر وہ جو بیعت رضوان میں شامل و داخل تھے (۷) خلافتِ راشدہ کی میعاد تیس سال ہے اور اس کے بعد اسلامی بادشاہی اور امارت کا دور دورہ ہے (۸) ہمیں تمام اصحاب کرام کا ذکر ہمیشہ نیکی ہی سے کرنا چاہیئے (اور ۹) کسی اہل قبلہ مسلمان کو کافر نہیں کہنا چاہیئے۔ مگر اس وقت جبکہ وہ ارکانِ دینی کا منکر ہو یعنی یہ کہے کہ میں فلاں رکن اسلام کو نہیں مانتا یا میں شریعت پر نہیں چلتا اگر کوئی شخص شراب پیئے۔ زنا کرے یا چوری کرے تو وہ فاسق (گنہگار) ہے کافر نہیں۔

حضرت معاویہؓ یقیناً رسول اللہ کے صحابی تھے اس لئے سُنی مسلمانوں کو اپنے عقیدہ کی رُو سے ان کا ہمیشہ ذکر خیر ہی کرنا چاہیئے۔ یزید کی نسبت علما کا فتویٰ ہے کہ اگر وہ فاسق تھا تو بھی اسے کافر کسی صورت میں نہیں کہہ سکتے کسی کو نام لے کر لعنت کرنا مسلمانوں کے لئے حرام ہے ہاں لعنت اللہ علی الظالمین۔ یا لعنت اللہ علی الکاذبین کہنا جائز ہے مگر اس سے کوئی ثواب حاصل نہیں ہوتا۔ مسلمانوں کو حصول ثواب کی ہمیشہ کوشش کرتی چاہیے اور فضولیات میں وقت نہیں ضائع کرنا چاہیئے (نامی)

گلہائے عقیدت

مردِ جری مجاہدِ اعظم، معاویہؓ
کشور کشا و فاتحِ عالم، معاویہؓ

اک باکمال و محسنِ مجسم، معاویہؓ
تھے رہنمائے ارشد و اسلم معاویہؓ

حاصل انہیں تھی صحبتِ آقائے نامدارؐ
تھے جاں نثار و مونس و ہمدم معاویہؓ

مقبولِ بارگاہِ خدا و رسولؐ تھے
یکتائے روزگار و معظم، معاویہؓ

وحیِ الٰہ کے کاتب و فاتحِ قنسرین
واللہ کس قدر تھے مکرم، معاویہؓ

ہادیِ خلق مہدیٔ دوراں بالیقین تھے
حسبِ دعائے سیدِ عالمؐ، معاویہؓ

ہر ایک سے یہ خلق و مروت سلوک تھا
حسنینؓ کے تھے یاور و ہمدم، معاویہؓ

پہنچایا اس کو پایۂ تکمیل تک ضرور
کر لیتے تھے جو عزم مصمم معاویہؓ

روشن زمانے میں ہے وقارِ معاویہؓ — رحمت کے لاکھ پھول نثارِ معاویہؓ
وہ عظمت و جلال کے پیکر معاویہؓ — رفعت میں مہر و ماہ کے ہمسر معاویہؓ
وہ معتمد جنابِ رسولِ کریمؐ کے — وہ مستحق عنایتِ ربِ رحیم کے
یارانِ مصطفیٰ میں مسلّم ہے ان کا نام — عدل و سخا سے ان کو ملا مرتبہ دوام
وہ عرصۂ جہاد کے مردِ جلیل ہیں — اورنگِ اقتدار کے مردِ کفیل ہیں
وہ کاتبِ کلام و پیامِ خدا بھی ہیں — ہاں وہ دبیرِ خواجۂ لولاک لما بھی ہیں
تدبیر و انتظام و حکومت میں بے نظیر — اسلامیانِ دہر کے مانے ہوئے امیر
مصحفِ خدا و پیرویٔ شرع میں وحید — اسلام کے قیام و بقا میں شہرہ فرید
وہ خوئے حلم و عفو و عطا میں بہت بلند — بزمِ صحابِ پاک کے اک فردِ ارجمند
وہ جاں نثارِ شاہِ رسالت مآب کے — وہ راز دانِ شریعتِ امّ الکتاب کے
بینا کسی کی چشمِ حقیقت اگر نہیں — شانِ معاویہؓ کو ذرا بھی خطر نہیں

ان کے تعلقات شہِ دوسرا سے ہیں!
راضی خدا ہے ان سے وہ راضی خدا سے ہیں

ز قاری عبدالعزیز شوقی اسعدی (تہالوی)

لطف و کرم کے پیکر حضرت معاویہؓ تھے
لطف و کرم کے خوگر حضرت معاویہ تھے

جو ام مومنین تھیں ام حبیبہؓ نامی!
ہاں ان کے ہی برادر حضرت معاویہؓ تھے

کاتب رسولِ ربِ حق کے بھی رہے ہیں برسوں
خوش قسمتی کے جوہر حضرت معاویہؓ تھے

عثمانؓ نے مدینے میں پائی تھی جب شہادت
جب شام کے گورنر حضرت معاویہؓ تھے

داماد مصطفیٰ کے اس قتل بے خطا پر
مغموم سب سے بڑھ کر حضرت معاویہؓ تھے

بہر قصاص نکلے جب شامی و حجازی
تو بے قرار و مضطر حضرت معاویہؓ تھے

قرآن آیا آگے تو بڑھ کر صلح کر لی!
اس صلح سے فزوں تر حضرت معاویہؓ تھے

حضرت علیؓ نے اپنے فرماں میں صاف لکھا
اسلام میں نہ کمتر حضرت معاویہؓ تھے

عثمانؓ کی شہادت میں ہم نہ تھے ملوث
تخمین اور ظن پر حضرت معاویہؓ تھے

حیدرؓ نے پھر حسنؓ کو سونپی خلافت اپنی
اس پر نہ کچھ مکدر حضرت معاویہؓ تھے

شبیرؓ نے چھ مہینے بعد اپنی یہ خلافت
دیدی تو تاج بر سر حضرت معاویہؓ تھے

شبیرؓ اور شبر جب تک رہے مدینے
دونوں سے شیر و شکر حضرت معاویہؓ تھے

دینار اور درہم لاکھوں ہی تھے پہنچتے
دونوں کے یار و دلبر حضرت معاویہؓ تھے

مکے سے عزم کوفہ شبیرؓ نے کیا تب،
جب پہنچے پیش داور حضرت معاویہؓ تھے

(پیر غلام دستگیر نامیؒ)

اے امیر المومنین اے حامیٔ دینِ متین — اے مجسم زور و ہمت فاتحِ قسطنطین[1]
تیری جرأت کی قسم کی تیری شہادت کی قسم — اے سراپا شان و عظمت تیری ہیبت کی قسم
کی نہ جس نے کثرتِ اعدا کی پرواہ آپ ہیں — ہیچ تھا جن کے لئے ذخارِ دریا آپ ہیں
کرکے اہلِ روم کو مفتوح اے مردِ سعید — تو نے پائی سرورِ عالم سے جنت کی نوید
تیری عقل و فکر اور تیری لیاقت بے مثال — مانتا ہے اک جہاں تیری سیاست کا کمال
کاتبِ وحی و کلامِ کبریا تھے آپ ہی — ناشرِ احکامِ محبوبِ خدا تھے آپ ہی
جن کو سونپی ابنِ حیدر رضی نے خلافت آپ تھے — اور کی جن سے خلوصِ دل سے بیعت آپ تھے
مانتی ہے آج تک دنیا سخاوت کا کمال — آلِ احمد سے محبت اور شفقت بے مثال

عاشقِ ذاتِ خدا تھے ناشرِ دین ہدیٰ
انکی الفت میں نہاں ہے اے قمر حق کی رضا

(قمر فاروقی کوٹلہ حاجی)

---

[1] قسطنطنیہ پر حملہ کرنیوالوں کے لئے رسولِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے جنت کی بشارت دی تھی۔

لکھتا ہوں آج مدحت حضرت معاویہؓ کی ۔۔۔ دل میں ہے میرے الفت حضرت معاویہؓ کی
اصحاب مصطفیٰ میں جس سے ہوئے ممیّز ۔۔۔ تھی وحی کی کتابت حضرت معاویہؓ کی
خورد و کلاں کی اس میں تخصیص تھی نہ کوئی ۔۔۔ تھی بے ریا سخاوت حضرت معاویہؓ کی
رشتہ میں مصطفیٰ کے تھے آپ بھی برادر ۔۔۔ دیکھے تو کوئی عظمت حضرت معاویہؓ کی
اسلام کے تھے محسن اور دین کے فدائی ۔۔۔ ہے سب کے دل میں عزت حضرت معاویہؓ کی
حسینؓ سے تھی الفت اعدائے دیں سے نفرت ۔۔۔ یعنی تھی پاک طینت حضرت معاویہؓ کی
سبطِ نبی نے ان سے کر لی مصالحت جب ۔۔۔ ہر اک نے کر لی بیعت حضرت معاویہؓ کی
تبلیغ حق میں کوشاں دن رات وہ رہے یوں ۔۔۔ پھیلی جہاں میں شہرت حضرت معاویہؓ کی

رکھتے ہیں بیر ان سے انور جو اس جہاں میں
حیران ہوں میں کیونکر جائیں گے وہ جناں میں

(حافظ نور محمد انور)

آسناؤں تجھکو میں اس مردِ حق کا ذکرِ خیر
ملتِ اسلام پہ ہے جن کے احسانوں کا بار

معاویہؓ ہے نام ان کا ہیں یہ خال المومنین
ذی قدر ہیں مرتبہ میں شان ہیں باوقار

پرچمِ اسلام دنیا میں کیا اس نے بلند
دین و ملت کیلئے سب کچھ کیا اس نے نثار

کاتبِ وحیِ رسالت کا شرف بخشا انہیں
خدمتِ دیں عمر بھر بے شک رہا ان کا شعار

اس قدر تھی الفتِ حسنینؓ انکے قلب میں
عمر بھر دیتے رہے ان کو وظائف بے شمار

مرتضےٰؓ کے بعد آیا دورِ خالِ المومنین
بن کے فاتح یہ ہوئے اسلام کے خدمتگزار

روم و ایراں کے علم سب ہو گئے پھر سرنگوں
برسرِ میداں جب آئی ان کی تیغِ آبدار

صد ہزاروں رحمتیں ہوں انکے مرقد پر مدام
جنکی جملہ خدمتیں بس ہیں قبولِ کردگار

انورِ مسکیں ان کی منقبت کیا لکھ سکے،
کی دعا جن کیلئے ختم الرسل ؐ نے بار بار

حافظ نور محمد انور